پسِ پردہ

محمد ظفر اقبال فاروقی

دار الحبیب پبلشرز

۲، کورٹ سٹریٹ، ۲۶ لوئر مال، لاہور

پسِ پردہ

محمد ظفر اقبال فاروقی

دار الحبیب پبلشرز

۲ کورٹ سٹریٹ، ۲۶ لوئر مال ، لاہور

نام کتاب ———— پسِ پردہ

مصنف ———— محمد ظفر اقبال فاروقی

ناشر ———— دارالحبیب پبلشرز۔ 2 کورٹ سٹریٹ 26 لوئر مال لاہور

زیر اہتمام ———— محمد اقبال کلرک واپڈا ہائیڈیل پاور رسول۔ محمد رشید احمد
منڈی بہاؤالدین

معاونین ———— ساجد محمود بٹ۔ محمد افضل بٹ۔ سید مختار حسین بخاری
مرزا خالد سلیم خالد۔ اظہر اقبال گوندل
مظہر اقبال گوندل۔ رانا وحید اختر۔ صوبیدار محمد رفیق
ماسٹر صابر حسین۔ شکیل احمد ہاشمی۔ حاجی محمد عنایت
محمد ارشد صدیقی۔ محمد اشرف خان

کتابت ———— حفیظ احمد خوشنویس و استاد فضل الٰہی کیلانی

قیمت ———— ۶۰ روپے

ملنے کے پتے

بک ٹرسٹ۔ ۲۱، ای ہما پلازا۔ بلیو ایریا اسلام آباد
شاہ چراغ اکیڈمی۔ دارالعلوم چشتیہ غوثیہ۔ منڈی بہاؤالدین
رحمت بک ڈپو۔ زیر مرکزی جامع مسجد۔ منڈی بہاؤالدین
مکتبہ چشتیہ قادریہ گوجرانوالہ
المعارف، گنج بخش روڈ۔ لاہور

اِنتساب

آسمانِ خطابت کے نیّرِ تاباں پیر

آفِ پھالیہ

حضرت پیر سیّد محمّد یعقوب شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کی

نوائے پُرسوز کے نام!

نیاز آگیں ـــــ محمد ظفر اقبال فاروقی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ الْمَھْدِیِّیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ !

اہل اسلام میں فرقہ واریت کی وبا نے ایک ناگفتہ بہ صورت اختیار کر لی ہے جس سے اسلامیان جہاں کی اجتماعیت کو بے حد نقصان پہنچ رہا ہے ۔ صدیوں پہلے کی بات ہے جب یہود و نصاریٰ ہنود اور مشرکین و منافقین تیغ بکف مجاہدین کا جنگی میدانوں میں مقابلہ نہ کر سکے تو پھر انہوں نے سازشوں کے جال بچھانے شروع کر دیئے ۔ اُس کی ایک مثال عرب میں "ہمفرے" جیسے عیار جاسوس کی کارستانیاں ہیں جس نے وہاں کی ایک مذہبی شخصیت کو شیشے میں اُتار کر نبوت و رسالت کے کمالات سے بغاوت کی حد تک ایک مذہب کی بنیاد رکھائی ۔

پھر اس کے بعد عرب کی مقدس سرزمین میں جو مذہبی نقشہ اُبھر کر سامنے آیا وُہ قرآن و سُنّت کے بتائے ہوئے راستوں سے بالکل مختلف تھا ۔ اور اس فرقہ کے پیروکاروں نے ایسا اودھم مچایا کہ اسلام کی رُوح کانپ اُٹھی ۔ اور انسانیت کی چیخیں نکل گئیں ۔ ہزاروں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا ۔ عرب کی عصمت مآب عورتوں کے سروں کے بال یہ کہہ کر اُسترے سے صاف کرائے گئے کہ یہ زمانہ شرک کے بال ہیں ۔ مقدس مزارات کو بت کہہ کر مسمار کیا گیا ۔ اور ایسے ایسے مظالم توڑے گئے جنکے تصورات سے بھی وحشت ہوتی ہے ۔

سیاسی اور جغرافیائی طور پر عرب کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ۔ اِدھر سے فارغ ہونے کے بعد برصغیر میں بھی بعض لیڈروں کو فریب کے جال میں پھنسایا گیا ۔ جس کی بنا پر پاک و ہند میں مذہب کے نام پر مختلف تحریکوں نے جنم لیا ۔ جس سے ملّی وحدت کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ۔

علمی اختلاف علماء کا حق ہے لیکن علمی مباحثوں کو خونی مجادلوں میں تبدیل کرنا علماء کی شان کے خلاف ہے اور پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کمزور دلائل اور تاویلات کے سہارے سفر کرنے والے فرقے ہمیشہ گندی زبان استعمال کر کے اپنی مفلسی کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قوم کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دُنیائے اسلام کے سیاسی لیڈر آج اغیار کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ مذہب کے نام پر سیاست کرنے والے علماء نے بھی قوم کو متحد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جس کا خمیازہ وُہ آج بھگت رہے ہیں۔ اس ساری بحث کا مطلب فقط یہ ہے کہ علماء کرام کو جوش کے ساتھ ہوش کا دامن تھام کر رکھنا چاہیئے۔

زیرِ نظر کتاب "پسِ پردہ" آج کے اس دورِ پُر آشوب میں ایک خاص قسم کے ردِ عمل کی تخلیق ہے اگرچہ راقم الحروف کو اپنی کم علمی کا احساس دامنگیر رہا مگر اللہ کریم کے فضل و کرم اور اس کے پیارے محبُوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل پاک کے تصدق اولیاء کرام و اساتذہ اکرام کی دُعاؤں کے توسّل سے اس کٹھن موضوع پر خامہ فرسائی کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جبکہ اس پُر فتن دور میں آئے روز مذہبی حادثے رونما ہوتے رہتے ہیں جو نئے فتنے جنم دیتے ہیں۔ لیکن زیرِ موضوع فرقہ کی تاریخ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس گروہ کے پیروکاروں کا پسندیدہ مشغلہ سادہ لوح مسلمانوں کو حُبِّ آلِ رسولؐ کا جھانسہ دیکر اصحابِ رسول کو جو امن و شر، سفر و حضر، رنج و راحت اور غار و مزار میں جانباز غلاموں، سرفروش سپاہیوں کیطرح کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تادمِ زیست سر بکف رہے۔ جنکی عزت و عظمت وفا شعاری کی داستانیں قرآنِ مجید کا موضوع ہیں۔ دُشمنانِ اسلام کے اشاروں پر سیاسی مقاصد کے حصُول کی خاطر نشانہ تنقید و تضحیک بنانا ہے۔ یہاں تک کہ اس باغی فتنہ کے مذہبی قزاق آئے دن مجتہدین کے رُوپ میں نمودار ہو کر اسلام کے سنہری اصُول و قوانین کا حُلیہ بگاڑ کر اغیار کے سامنے مسلمانانِ عالم کو سرنگوں کرنے کی مذموم جسارت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ ان کی یہی مثال ہے۔ "بغل میں چھری منہ میں رام، رام" ——

چونکہ اس فرقہ کی تاریخ قدیم ہے۔ ہر دور کے علماءِ حق اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے یہی سبب ہے کہ اس کی افرادی قوت اہلِ اسلام کے مقابلہ میں گنتی کے عدد ہی رہی۔ حضرت امام مالک

رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۰ھ جنہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے علی الاعلان روافض کو خارج از اسلام قرار دیا جس کا تذکرہ حافظ ابنِ کثیر، علامہ بغوی صاحب معالم التنزیل اور علامہ خازن نے بھی اپنی اپنی شہرۂ آفاق کتب تفاسیر میں کیا ہے) علاوہ ازیں انکے متعلق فیصلہ کن فتویٰ جات اُمّتِ محمّدیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اولیاء اکرام و علماء حق نے صادر فرمائے۔ ان میں حضرت شیخ السید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی البغدادیؒ متوفی ۵۶۱ھ (غنیۃ الطالبین باب فرق ضالہ) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ متوفی ۱۰۳۴ھ (مکتوبات امام ربانی، رد روافض) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ (ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین) امام ابن حزم اندلسیؒ متوفی ۵۴۴ھ الفصل فی الملل والاھواء والنحل) علامہ زماں قاضی عیاض مالکیؒ متوفی ۵۴۴ھ (فی کتاب الشفاء) علامہ ملا علی قاریؒ متوفی ۱۰۱۴ھ (فی شرح فقہ اکبر وغیرہ) علامہ کمال الدین المعروف بابن الہمامؒ متوفی ۶۸۱ھ (فی فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ (تحفہ اثنا عشریہ) علامہ علی بن حجر الہیتمی المکیؒ الشافعی متوفی ۹۷۴ھ (الصواعق المحرقہ) اعلیحضرت امام الشاہ احمد رضا خاں بریلویؒ متوفی ۱۳۴۰ھ (رد الرفضہ) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ متوفی ۱۴۰۱ھ (مذہب شیعہ) غوث زماں پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ متوفی ۱۳۵۶ھ (تصفیہ مابین سُنّی وشیعہ) اگر ان مستند کتب و ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کیطرح عیاں ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب حقیقتاً کوئی مذہب نہیں بلکہ یہ یہودیت، عیسائیت کا پرتو اور اسلام دشمن عناصر کے عقائد کا مرکب ہے۔

روافض نے ایک زمانہ سے شیعانِ علی کے نام سے اپنے ظاہر کو ڈھانپ رکھا ہے جس کا حقیقت سے دُور کا بھی تعلق نہیں جس کی واضح علامت ان میں تقویٰ — پرہیزگاری۔ دین سے دلی لگاؤ۔ پابندی صوم وصلوٰۃ — اور رُوحانیت کا فقدان ہے —— جہاں تک اُسوۂ حیدرِ کرار کا تعلق ہے بدرجہ اتم اہلسنّت سے ہی ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجر مکیؒ نے صاحب المطالب العالیہ کے حوالے سے مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کا بیان نقل کیا ہے۔ اُس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے پاس سے گزرے وُہ جلدی جلدی آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا۔ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔

مِنْ شِيْعَتِكَ یا امیرالمؤمنین ——— اے امیرالمومنین ہمارا تعلق آپکے گروہ سے ہے (یعنی آپ کے ماننے والے ہیں) آپ نے فرمایا ——— اے لوگو! کیا وجہ ہے کہ میں تم میں اپنے گروہ کی علامات اور اپنے محبوں کا حُلیہ نہیں دیکھتا تو وہ شرم سے چُپ ہوگئے

آپ کے ایک ساتھی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دیکر دریافت کرتے ہیں۔ جس نے آپ کو اہلبیت میں بنا کر عزّت دی ہے اور آپ کو محبّت کیلئے چن لیا ہے۔ آپ ہمیں اپنے ماننے والوں کی صفات بتائیں۔ آپ نے فرمایا میرے ماننے والوں کی صفات یہ ہیں۔

ھم العارفون باللهِ الحافلون بامرالله اھل الفضائل الناطقون بالصواب ماکولھم القوت وملبوسھم الاقتصاد ومشیھو التواضع ———

فرمایا وہ عارف باللہ ہوتے ہیں، اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ فضیلت والے اور صاف گو ہوتے ہیں۔ انکی خوراک گزارے کے مطابق ہوتی ہے اور لباس درمیانہ ہوتا ہے ان کی چال میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے ——— مزید فرمایا ——— وُہ اللہ کی اطاعت میں سرشار ہوتے ہیں اور اس کی عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے دُور رہتے ہیں۔ اور اُنکے کان اللہ تعالیٰ کے علم پر ہوتے ہیں۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء سے راضی رہتے ہیں ——— اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے موت کا وقت مقرر نہ کیا ہوتا تو پھر لقائے الٰہی کے شوق و ثواب اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی رُوحیں چشمِ زدن کیلئے بھی ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں! ان کے دلوں میں خالق کی عظمت ہوتی ہے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے مزید فرماتے ہیں کہ ——— دُنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دُنیا کو پسند نہ کیا ——— وُہ رات کو صف باندھ کر ——— تالون لاجزاء القرآن ترتیلا ——— قرآن کریم کی آیات کو سنوار کر پڑھتے ہیں اور قرآنی امثال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی جبینوں، ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو بچھا دیتے ہیں ——— تجری دموعھم علی خدودھم ——— اُن کے آنسوؤں

ان کے رُخساروں پر رواں ہوتے ہیں۔ وُہ جبّار عظیم کی تمجید کرتے ہیں ـــــ فاما نہارھو فحکماء بردۃ علماء اتقیاء ـــــ دن کو وہ نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں ان پر خالق اکبر کا خوف طاری رہتا ہے۔ وُہ پیالے کی طرح ہیں تو انہیں بیمار تصوّر کرے گا۔ یا حواس باختہ سمجھے گا۔ حالانکہ وُہ ایسے نہیں ہوتے۔ بلکہ عظمتِ خداوندی اور اس کے احکام کی سختی نے انہیں مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دِل اُڑ گئے ہیں ـــــ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر فرماتے ہیں میرے ماننے والے گروہ میں سے جیسے بھی تو دیکھے گا ـــــ قوۃ فی دین وحزما وایمانا فی یقین وحرصا علی علم، وفھما فی فقہ، وعلما فی حلم، وکیسا فی قصد، ووصدا فی غنی، وحرصا علی وتجملا فی فاقہ، وصبرا فی سفقۃ وخسوعا فی عبادۃ، ورحمۃ بجھود، واعطاء فی حق، ورفقا فی کسب، وطلبا فی حلال، ونشاط فی ھدی، واعتصیاء مافی شھوۃ ـــــ وہ دین میں قوی نرمی میں محتاط، یقین میں مومن، علم کا حریص، فقہ میں فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مالداری میں میانہ رَو فاقے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں خشوع کرنے والا، غریب کیلئے رحمت، حق کو ادا کرنے والا، کمانے میں نرم رو، حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں، خواہشاتِ نفسانی سے بچنے والا۔

اس سے آگے لکھتے ہیں۔ جہالت اُسے دھوکہ نہیں دیتی وہ اپنے عمل کا حساب کرنا نہیں چھوڑتا وُہ غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ اور صبح کو فضل ورحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اسے باقی رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے اور فناء ہونے چیزوں سے بے رغبتی وُہ علم و عمل و علم وحلم کو ملا کر رکھتا ہے۔ اس کا دل عاشق و شاکر ہوتا ہے ـــــ وُہ اپنے دین کو بچانے والا غصے کو پینے والا ہے۔ اس لئے اس کا پڑوسی امن میں ہوتا ہے۔ اس میں کبر و غرور نہیں ہوتا ـــــ اس کا صبر بالکل واضح ہوتا ہے وُہ کوئی کام ریاکاری سے نہیں کرتا۔ آخر میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ ہمارے گروہ سے ہیں ہم سے محبّت کرنیوالے آگاہ رہو ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے بہت شوق ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدہ مُلتان)

علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں ——— وشیعتہ ھم اھل السنتہ لانھم الذین احبوھم کما امراللہ ورسولہٗ ——— مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کے ماننے والے اہلسنت ہیں کیونکہ وہی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مولا علی رضی اللہ عنہٗ سے محبت کرتے ہیں ——— ارباب ذی شعور کے لئے اب اندازہ لگانا دُشوار نہ ہوگا کہ ایسے لوگوں کی کثرت سیّد داتا علی ہجویریؒ سے لے کر سیّد عبدالقادر جیلانیؒ تک اہلسنت والجماعت میں ہی پائی جاتی ہے ——— ہمارے ہاں کوئی ہٹ دھرمی نہیں بلکہ مذکورہ اوصاف وعلامات پر اگر کوئی پورا اترتا ہے تو ——— چشم ما روشن دل ماشاد ——— لیکن یہاں تو دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ صرف عزاداری و تبرّا بازی کو ہی ایک مذہب کی شکل دے دی گئی ہے۔ احکام خداوندی کی کوئی پروا نہیں مساجد کی تعمیر میں کوئی دلچسپی۔ قرآنی آیات سے کوئی لگن نہیں۔ امام باڑوں پر کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، مجتہدین کی اتنی بھرمار ہے جو جی میں آیا اس کو مذہب کا رنگ دے دیا۔

ہمارے ملک میں شیعان حیدر کرّار کہلوانے والے گروہ نے آئمہ اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افکار و تعلیم کو جس انداز سے پیش کرنے کی جسارت کی ہے وُہ نہایت محدُود اور آئمہ کی بلند و بالا شان کے منافی ہے۔ شیعہ کے یہاں مذہبی رہنماؤں نے سیاسی میدان میں ہمیشہ ہی اشتراکی اور سیکولر قوتوں کا ساتھ دیا ہے اور خود کو دوسری دینی قوتوں سے الگ تھلگ کرکے بائیں بازو والوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنتے رہے۔ اور وُہ انہیں ہمیشہ بطور آلۂ کار استعمال کرکے سیاسی مقاصد حاصل کرتے رہے اور یہ نادان اپنی اس مذموم جدوجہد کو مذہبی خدمت کے کھاتے میں ڈالتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ تاثر عام ہے کہ شیعہ مذہبی لیڈر نظام مصطفٰے کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اور ان پر ایک خاص قسم کا خوف طاری ہے کہ دینی قوتوں کی کامیابی کیصُورت میں ——— کہیں ایسا نہ ہوجائے کہیں ویسا نہ ہوجائے ——— مذہبی سیاست پر گہری نظر رکھنے والوں کا اب بھی یہی خیال ہے کہ اس گروہ سے مثبت روییے کی توقع عبث ہے۔

خیال رہے کہ ہم مذہب کے نام پر تخریب کاری اور خون ریزی کا سہارا لیکر خود کو مجاہدین کہنے والوں اور مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والوں کے رویّہ کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے آخری رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کے

وفادار نہیں باغی ہیں اور جو اِن کا وفادار نہیں وُہ اسلام اور پاکستان کا کس طرح وفادار ہو سکتا ہے
اِن کی سیاست اپنے ذاتی مفاد کے گرد گھومتی ہے اور یہ ہمیشہ ہی خود کو سیاست کے بازار میں سجا کر رکھتے ہیں اور خریداروں کیلئے کوئی قید لگا نہیں رکھتے۔ جو آئے، جس رستے سے آئے۔ بس ایک ہی شرط ہے کہ خالی دامن لیکر نہ آئے۔ بلکہ (بقول یہ ذوالفقار علی بھٹو) صحن حرم میں بیٹھ کر بھی بے خوفی سے اِس قسم کی سودہ بازی کا ارتکاب کر لیتے ہیں! ؎

یہی شیخ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراءؑ!

آخر میں مَیں اپنے مشفق۔ استاذی المکرم حضرت صاحبزادہ پیر سید خضر حسین چشتی (پرنسپل دارالعلوم چشتیہ غوثیہ منڈی بہاؤالدین) کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہمیشہ مجھے اہلبیت رسول، ذریت زہراء اور صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت وعقیدت کا درس دیا ہے۔ تکمیل کتاب کے سنگلاخ مراحل میں آپکی نوازشات، مخلصانہ دُعائیں میرے ساتھ رہیں۔

مَیں اپنے ان دوستوں کے لئے دُعا گو ہوں جنہوں نے اِس کارِ خیر میں میرا ساتھ دیا۔ برادرِ مکرم جناب محمد رشید احمد صاحب، محمد اقبال صاحب (کلرک) مولانا شیر محمد قادری (ہیگروالہ گجرات) صاحبزادہ سیّد مختار حسین شاہ بخاری، (چک نمبر ۲ نوبہار شریف) مولانا شکیل احمد ہاشمی (پرنسپل شعبہ ایجوکیشن گجرات) جناب محمد افضل بٹ صاحب۔ سیّد حافظ محمد عرفان متعلّم دارالعلوم چشتیہ غوثیہ، آصف محمود بٹ۔ مرزا مظہر اقبال چشتی ساجد محمود بٹ۔ عابد محمود بٹ۔ محمود احمد بٹ۔ ڈاکٹر مرزا طارق محمود۔ ودیگر اراکین انجمن فدایان مصطفےٰ ابشہانہ لوک۔ (منڈی بہاؤالدین) اور محمد یعقوب خان (پینٹ آف سپیس پھالیہ روڈ) مرزا خالد سلیم پریذیڈنٹ انگلش لٹریری سوسائٹی ڈگری کالج منڈی بہاؤالدین۔ رانا وحید اختر مکینیکل انجنیئر۔ جنکے عقابی جذبوں جواں ارادوں کو دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ شاید انہی کے متعلق مُوذن خودی نے فرمایا ہو!

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

بارگاہِ خداوندی میں دُعا ہے کہ اللہ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صدقے امتِ مسلمہ کی ناؤ کو افراط وتفریط کے ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے، اور اِس مملکتِ خداداد کے اندرونی وبیرونی دشمنوں

کو نیست و نابُود کرے۔ ہمیں اپنے پیارے محبُوب کے بتائے ہوئے رستوں پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔
آمین بحُرمتِ سیّدُالانبیاءِ والمرسلین ::

طالبِ دُعا:

محمّد ظفر اقبال فاروقی

شفقت آباد — منڈی بہاؤالدّین

●

عُلّوِنجومِ رسالت

ہیں آسمانِ ہدایت کے دلنشیں تارے ۞ نبیؐ کی آل کے حُبدار ہیں صحابہ کرامؓ
علیؓ کے ماننے والو علیؓ کے ساتھ رہو ۞ علیؓ کے یار ہیں غمخوار ہیں صحابہ کرام

منزلِ مہر و وفا کے بلند اقبال مسافروں کے اس قافلۂ عشّاق کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جنکو تقدیر نے اس دورِ مسعود میں جنم دیا جب ظلمتِ آفاق میں آفتابِ نبوّت نے اپنی رعنائیوں کیساتھ طلوع ہو کر جہانِ رنگ و بُو کو اپنی نکہتوں بھری آغوش میں لینے کا آغاز کیا ——

اصحابِ رسول اسی کاروانِ عشق و محبت کے افراد کا نام ہے جو جمالِ مصطفوی کو سر کی آنکھوں کے ساتھ تکتے تکتے تادمِ زیست نہ تھکتے —— یا پھر یُوں کہہ لیجئے کہ۔

صحابہ وُہ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

ہاں یہ وُہی عاشقانِ وفا کیش کی جماعت تھی جو اس جمالِ جہاں آراء کی جنبشِ لب و رُخسار پر صبح و مستی دیوانہ وار جان نچھاور کرنے کو حیاتِ جاودانی تصوّر کرتے تھے —— جن پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ جو رو جفا کی گھنبیر گھٹاؤں میں جن کے لئے ظلم و ستم کی تند و تیز آندھیاں چلنے لگیں تائیدِ حق کے صلے میں اُن کے جواں سال بیٹوں کو انکی نظروں کے سامنے تہہ تیغ کیا جانے لگا صحرائے عرب کی شعلے اُگلتی ریت پر لٹا کر سینے پر سنگِ ثقیل رکھ کر ان کے پیمانۂ عشق و محبت کو لبریز کیا جانے لگا۔ کفر و شرک کی دُنیا میں بدمست درندہ صفت رُوسائے مکّہ ان کے ساتھ معاشرتی زندگی میں چوپاؤں سے بدتر سلوک کرنے پر اُتر آئے —— مگر جامِ عشق و محبّت کی لذّت سے ناآشناؤں کیطرف سے اٹھنے والے جبر و تشدّد کے تند و تیز خونی جھونکے۔ گشتگانِ خنجرِ تسلیم و رضا کے اِن پیکروں کو دامنِ محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے جدا کرنے میں بے سُود ثابت ہوئے۔ —— صد سلام راہِ حق کے اِن مسافروں پہ جنکی دھڑکنوں سے بُلند ہونے والی یہ صدائیں ظالموں کے خواب شرمندہ کر دیتی تھیں کہ ؎

شرابِ عشقِ احمدؐ میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے ۞ جاں دیکر بھی اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے!

یہ وہی عشق و محبت کی دُنیا کے راہگیر ہیں جنکے عزم استقلال ثبات قدمی علی الدین کو حق تعالیٰ نے انسانیت کیلئے پیمانۂ ایمان والیقان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ۝

(پارہ ۱، سورہ البقرہ آیت ۱۳)

ترجمہ: اور جب اُن سے (یعنی منافقین سے) کہا جائے ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے لوگ (صحابہ کرامؓ) تو کہیں کیا ہم احمقوں (بے وقوفوں) کیطرح ایمان لائیں۔ خبردار ہو جاؤ بیشک وہی (منافق لوگ) احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

اس آیت کریمہ میں پیغام صدق کو دل وجاں سے قبول کرنے والے اور ان کے ایمانی معیار کو واضح کرتے ہوئے اہل نفاق کے رُخ پر سے پردہ سرکایا گیا ہے۔ دُوسرا لفظوں میں صحابہ کرام کے ایمان کو انسانیت کیلئے پیمانۂ ایمان والیقان قرار دیا گیا ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالارض نے خبردار فرمایا ہے کہ یہ احمقوں کی دُنیا میں بسنے والے صحابہ کرام کو بیوقوف۔ پاگل، یا ناقصُ الایمان خیال کرنے والے اپنے اس نظریہ کی بناء پر کلمہ پڑھنے مومن کہلوانے کے باوجود اپنے دامن کو ایمان سے بالکل خالی رکھے ہوئے ہیں۔

لمحۂ فکریہ ہے ان حضرات کیلئے جو سیاسی اغراض ومقاصد کے حصُول۔ گروہی مفاد کی خاطر ذاتی منفعت کے پیشِ نظر یا پھر نام نہاد مجتہدین وشیاطین کے اُکسانے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تنقید و تضحیک بنا کر اپنے ایمان کا ستیاناس کر رہے ہیں ؎

صحابہ پاک کو بہتر ہے تم خضرِ رہ سمجھو
نشانِ منزلِ اخیار ہیں صحابہ کرام!

رضوان خُداوندی:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ (پارہ ۲۶ سورہ فتح آیت ۱۸)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہُوا ایمان والوں سے جب وُہ اس درخت کے نیچے تمہاری

بیعت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو اُن کے دلوں میں ہے۔ پس ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس آیت کریمہ میں اس حسین منظر کا نقشہ پیش کیا جارہا ہے جب ۶ھ ذی القعدہ کے مہینہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چودہ سو احرام بکف سرفروشانِ اسلام کے ہمراہ اللہ کے گھر کی زیارت کے شوق سے سرشار مکہ کیطرف روانہ ہوئے۔ تو اہل مکہ کے دلوں میں یہ گمان گزرا کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے لشکرِ جرّار کے ہمراہ تسخیر مکہ کی غرض سے حملہ آور ہونے والے ہیں۔ وُہ تلواریں سونت کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انکی اس غلط فہمی کے ازالہ کی خاطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چودہ سو لشکر اسلام سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر منتخب کیا اور اہلِ مکہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا گیا۔ اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اس پس منظر کے پیشِ نظر حضور رحمۃ للعالمین نے اپنے چودہ سو جانثاران سے اس بات پر حدیبیہ کے مقام پر شجر سمرہ کے نیچے اپنے دستِ مبارک پر اس عہد و پیمان کی بیعت لی کہ "جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے اور بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے ہم میدانِ جنگ میں ڈٹے رہیں گے۔ اور اہلِ مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی (حضرت عثمان کی شہادت) کی عبرتناک سزا دینگے۔

اس آیت مبین میں اگرچہ تمام اصحاب رسول کے مرتبۂ کمال، رفعت درجات، بخشش و نجات کی تصدیق کی گئی ہے لیکن وہاں خصوصاً یہ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت وفاداری رسول کی بھی آئینہ دار ہے جس کا اس مقام پر مختصر تذکرہ کرنا بیجا نہ ہوگا۔ جس کو اہلِ تشیع کے مستند ترین محدث علامہ کلینی نے بھی بڑی فراخدلی سے تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ وَضَرَبَ بِاَحَدٰى يَدَيْهِ على الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ ۝

(حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے) اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے لشکر میں جب قید ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت

لی۔ اپنا دستِ اقدس اپنے دوسرے دستِ مبارک پر مار کر ارشاد فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے ــــ

وَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبیٰ لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعیٰ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاکَانَ لِیَفْعَلَ لہ (فروع کافی جلد سوم کتاب الروضۃ صفحہ ۱۵۰)

اور مسلمانوں نے عرض کی (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کتنے خوش نصیب ہیں حضرتِ عثمانؓ جو اکیلے اللہ کے گھر کا طواف بھی کریں گے، صفا و مروہ کی سعی بھی کریں گے اور قربانی بھی ادا کرینگے ــــ تو کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وُہ میرے بغیر ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔

اپنے اس عاشقِ صادق پر محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر پختہ یقین تھا۔ اپنے اس غلام کی وفاداری پر کتنا ناز تھا کتنی کم ظرفی ہے۔ اُن لوگوں کی جو وقتاً فوقتاً "اِس مردِ باحیا کے متعلق شیطانی وسوسوں کا شکار ہو کر ذلّت و رُسوائی کو اُخروی دُنیا کے لئے خرید رہے ہیں۔ صدق دل سے کلمہ پڑھ لینے کے بعد ہر ایک مومن طوافِ کعبہ کو سعادتِ عظمیٰ تصوّر کرتا ہے ــــ آبِ زمزم کے مزے لوٹنے کو جامِ آبِ حیات اور پراگندگیٔ قلب کا دھون جانتا ہے ــــ زوجِ خلیل اللہ علیہ السلام کی مقدس سُنّت کی ادائیگی کو زندگی بھر کا کفارہ گناہ سمجھتا ہے ــــ لیکن اس رفیقِ باوفا کی عظمتوں پر کروڑوں سلام جس کے لئے اہلِ مکّہ نے اِن عبادات کی ادائیگی کے لئے تمام دروازے کھول دیئے لیکن آپ کا آہنی چٹان سے زیادہ مضبوط یقینِ محکم اس حقیقت کا غمّازی تھا کہ محبُوبِ کبریاء علیہ التحیۃُ والثناءِ کے بغیر آبِ زمزم کے جام بے مزہ و بے لطف، صفا و مروہ کے پھیر نصیبوں کے ہیر پھیر، حرمِ کعبہ کے چکّر مقدروں کے چکّر ہی ہوتے ہیں ــــ یہاں اُن لوگوں کو بھی غضبِ الٰہی سے ڈر کر اپنے عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیئے "کہ نماز میں خیال محبوب خُدا محض باطل و گناہ ہے۔" (العیاذ باللہِ تعالیٰ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تو یہ ایمان تھا ؎

نماز اچھی زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا و حج اچھا
مگر باوجود اسکے مسلماں سو نہیں سکتا!

نہ کٹ مروں جبتک خواجۂ بطحاء کی عزت پر ✤ خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا!

اور پھر یہ شرف و سعادت بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہی خاصا ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اُس دستِ رحمت کو عثمان رض کا ہاتھ قرار دے رہے ہیں۔ جس کو مالک الملک نے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ" کہہ کر اپنا ہاتھ ٹھہرایا۔ اُس عاشقِ وفا کیش کی شان میں یاوہ گوئی کرنے والے حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے کہ وُہ کلمہ پڑھنے مسلمانیت کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود زندیقیت کی دُنیا میں ہی بستے ہیں۔

اب آیئے پھر اسی آیۂ مقدسہ پر غور فرمائیں۔ یہاں اگر طوالت کا خدشہ دامنگیر نہ ہو تو ایک ایک حرف پہ عظمتِ صحابہ رض کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ یہاں صحابہ کرام رض کو جن انعامات سے نوازا گیا ہے تاقیامت اُمتِ مصطفوی اِن کے مقدر پہ رشک کرتی رہیگی۔ "رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" فرما کر اپنی خوشنودی اور ان کے تکمیل ایمان کی بشارت دے دی۔ "فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ" کے مقدس پیام میں منکرین صحابہ رض کے تمام الزامات کا دوٹوک الفاظ میں جواب اور ان کے صدق و اخلاص کی تصدیق بھی خود فرما دی۔ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا" کے مژدہ جانفزا میں ان پر سکون و اطمینان اور اَبدی کامیابیوں کے دروازے کھول دیئے۔

شیعہ مفسرین بھی چارناچار یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ تمام اہلِ بیعت رضوان کے دل خلوص و جذبۂ وفا سے سرشار تھے۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں۔ "فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ مِنَ الْیَقِیْنِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَاءِ[1] اور مشہور شیعہ مفسر کاشانی بھی یوں رقمطراز ہیں" فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ آنچہ در دل ہائے ایشاں است از خلوص عقیدت و صفائے نیت در زیر درخت و وفا و صداقت نسبت بتو[2] یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں جو عقیدت کا خلوص اور نیت کی پاکیزگی اور آپ سے دوستی کی وفا کے جذبات تھے۔ اِن کو اللہ ربُّ العزت نے جان لیا۔

مژدۂ جانفزا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ محبوبِ خُدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انکے جذبات ایمانی سے لبریز دلکش و حسین منظر کا نظارہ فرمایا تو ان جانثاروں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا ———

---

[1] تفسیر مجمع البیان جلد نہم ص ۱۱۷ [2] تفسیر منہج الصادقین جلد ہشتم ص ۳۷۴ بحوالہ ضیاء القرآن

قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ ——
کہ تم آج کے دن سے روئے زمین کے تمام انسانوں سے افضل ہو" —— پھر ان کو اُخروی کامیابی کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا —— لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ " ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی —— حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مزید فرمایا —— لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[1] —— جس نے درخت کے نیچے بیعت کی وُہ ضرور بالضرور جنت میں جائے گا"

شیعہ مذہب کے مشہور مفسّر ملّا فتح اللہ کاشانی بھی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں. آنحضرت فرمودند بدوزخ نزدیک کس آں مومناں کہ در زیرِ شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ درحق ایشاں فرمودہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[2]
نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ اور اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان اسلیئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں کو خوشخبری دی" کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہُوا۔ جنہوں نے درخت کے نیچے نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

منصف مزاج حضرات کے لئے اب یہ فیصلہ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ کیتنے کم بخت ہیں۔ وہ لوگ جو محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانثاروں پر تبرّا بازی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی عاقبت کو تاریک کر رہے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

(پارہ ۲۸ سورہ المجادلہ آیت ۲۲)

ترجمہ : تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر (پھر) وُہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسُول کی خواہ وہ (مخالفین)

---

[1] تفسیر خازن جلد چہارم مطبوعہ مصر صد ۱۶۱ [2] تفسیر خلاصۃ المنہج جلد پنجم صد ۳۱۷

ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند یا اُن کے بھائی یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

اگر یہاں ہر قسم کے تعصب و عناد سے بالاتر ہو کر اس آیتِ مقدسہ کے ترجمہ پر ہی غور فرمائیں یقیناً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تمام شکوک و شبہات کی بدلیاں از خود چھٹ جائیں گی۔ یہاں بڑی صراحت کے ساتھ ان پاکباز جانثاران کے کردار کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور ان کے دلی تقویٰ و طہارت کی کیفیت کو عیاں کیا گیا ہے۔ جنہوں نے پیغامِ حق کو قبول کرنے کے بعد اپنی زندگیاں دینِ مصطفوی کی خاطر وقف کر دیں۔ کاروبارِ زندگی میں بھی وُہ اگر کسی سے محبت و دوستی کا رشتہ قائم کرے تو اس کی اساس "حُبًّا لِلّٰہِ" پر ہی استوار کرتے تھے۔ ان کے سامنے ایمانی رشتہ کے مقابلے میں خونی رشتہ داری کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اور کسی سے عداوت و دشمنی کا معیار بھی اُنکے نزدیک ذاتِ خدا ہی تھی۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے قارئین اس حقیقت سے بخوبی واقف ہونگے کہ حق و باطل جب بھی دست و گریباں ہوئے محبت الٰہی سے سرشار ہو کر غلامانِ مصطفےٰ شمشیر بکف میدانِ کارزار میں اُترے اور لقائے الٰہی کے شوق نے انہیں اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ بیٹوں۔ بھائیوں کو تہہ تیغ کرنے سے گریزاں نہ کیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشق و محبت و ثباتِ قدمی علی الدین کا جو نقشہ حسین پیراگراف میں کھینچا ہے۔ آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

"حضرت ابو عبیدہ جب میدانِ بدر میں گئے تو اُن کا باپ اُن کے سامنے آیا۔ آپ نے اپنی تلوار کے وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کے والد ابو قحافہ نے شانِ رسالت میں کچھ گستاخی کی تو آپ نے اسے اس زور سے دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ حضور نے پوچھا تو ابو بکر صدیق نے عرض کیا میرے آقا اگر اس وقت میرے ہاتھ تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ بعد میں حضرت ابو قحافہ مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ بدر کے دن صدیق اکبرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو للکارا اور حضور سے جنگ کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا۔ دعنی اکون فی الرعلۃ الاولیٰ۔ میرے آقا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں شہداء کے پہلے گروہ میں داخل ہو جاؤں۔ حبیب کبریا علیہ الطیب التحیۃ والثناء نے فرمایا۔ "مَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا تَعْلَمُ اَنَّكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ سَمْعِيْ

وَبَصَرِیْ،، اے ابوبکر ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھالینے دے تونہیں جانتا کہ تو میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کیطرح ہے۔ اسی طرح حضرت مصعب ابن عمیر نے اپنے بھائی عبید کو اُحد کے روز قتل کیا۔ بدر کی جنگ میں ایک انصاری نے ان کے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو گرفتار کر لیا۔ وہ اسے رسّی سے باندھ رہا تھا تو حضرت مصعب نے دیکھ لیا اور پکار کر کہا اس کو خوب کس کر باندھنا اس کی ماں بڑی مالدار ہے۔ گراں قدر فدیہ ادا کریگی۔ ابوعزیز نے کہا مصعب! تم بھائی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا تیرا میرا بھائی چارہ ختم۔ اب یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا۔ اور سیدنا حضرت علی، سیدنا حمزہ۔ سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید کو تہہ تیغ کیا۔ شمع نبوّت کے پروانوں نے عملی نمونہ پیش کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ ان کے دلوں میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور بس (ضیائے القرآن) ایسی ہزاروں مثالیں تاریخ اسلام کا زریں باب ہیں کہ عاشقانِ مصطفےٰ نے جو اپنے خونِ جگر سے تاریخ وفا رقم کی۔ اس میں ہمیشہ انہوں نے اپنے محبوب کی محبت وحصول خوشنودی کی راہ میں آڑے آنے والے تمام رشتوں اور تعلقات کو پسپا کر کے رکھ دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسلام وکفر" کی پہلی جنگ میں جب حق وباطل بدر کے مقام پر دست وگریبان ہوئے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے صاحبزادے عبدالرحمٰن لشکر حریف میں شامل تھے جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق (اپنے والد) سے عرض کرنے لگے ــــ قَالَ لِاَبِیْہِ لَقَدْ اَھْدَفْتَ لِیْ یَوْمَ بَدْرٍ فَانْصَرَفْتُ عَنْکَ وَلَمْ اَقْتُلْکَ ـــــ کہا اے اباجان بدر کے مقام پر آپ کئی مرتبہ میری شمشیر کا نشانہ بنے مگر میں ہر بار سوچ کر مڑ جاتا۔ کہ آپ میرے باپ ہیں اور قتل نہ کیا ــــ اب ذرا محبت پدری کو سامنے رکھتے ہوئے جگر تھام کر اس صدیق معظم کا جواب بھی سُنیئے فرمایا۔ لٰکِنَّکَ لَوْ اَھْدَفْتَ لِیْ لَمْ اَنْصَرِفْ مِنْہُ[1] ــــ اے بیٹے اگر تو ایک مرتبہ بھی میرا نشانہ شمشیر بنتا تو (عشق محبوب میں) تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ــــ کیونکہ اللہ اور اس کے محبوب کے مقابلے میں دوسری کوئی چیز نہیں ؎

---

[1] تاریخ الخلفاء (سیوطیؒ) ص ۴۶ ؎

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جان اولاد سے پیارا

وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ ؎

ترجمہ: اور نکالا ہم نے ان کے سینوں سے کینہ"

"علامہ مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ التحقیق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز سرخ یاقوت سے بنا ہوا ایک تخت لایا جائے گا جس کا طول بیس میل ہوگا اور اس میں کوئی جوڑ نہیں ہوگا۔ اس کی ترکیب اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے ہوگی۔ جناب ابوبکر صدیق اس پر تشریف فرما ہوں گے۔ پھر زرد یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا۔ اس پر حضرت عمر فاروق جلوہ افروز ہوں گے پھر اسی طرح کا ایک سبز یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا۔ اس پر جناب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ پھر اس کی مانند سفید یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا جس پر مولا علی رضی اللہ عنہٗ جلوہ فگن ہوں گے۔ پھر اللہ تعالےٰ ان چاروں تختوں کو اترنے کا حکم دے گا۔ وُہ عرش کے سایہ میں اُتریں گے ——— ثُمَّ تُسۡبَلُ عَلَيۡهِمۡ خَيۡمَةٌ مِّنَ الدُّرِّ الرَّطۡبِ ——— ان پر پھر پُر رونق موتیوں کا ایک خوبصورت خیمہ لٹکایا جائیگا۔ ——— وہ خیمہ اتنا وسیع ہوگا کہ اگر سات آسمان اور سات زمینیں اور ساری مخلوق کو جمع کر دیا جائے تو اس خیمہ کے ایک کونے میں سما جائیں۔ پھر چار پیالے پیش کئے جائیں گے۔ ایک حضرت ابوبکر کے لیے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ایک حضرت عثمان غنی کے لئے۔ ایک حضرت علیؓ کے لئے ہوگا۔ یہ حضرات خلفائے علیہم الرضوان ان پیالوں سے نوش فرمائیں گے (فرماتے ہیں) اسی لئے پروردگار عالم نے فرمایا ——— وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ "اور نکالا ہم نے ان کے سینوں سے کینہ" ——— تَقۡذِفُ الرَّوَافِضَ وَالۡكَافِرَ عَلٰى وَجۡهِهَا فَيَكۡشِفُ اللّٰهُ عَنۡ اَبۡصَارِهِمۡ فَيَنۡظُرُوۡنَ اِلٰى مَنَازِلِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ فِى الۡجَنَّةِ ——— تمام روافض اور کفار کو باہر پھینک دے اور اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں سے پردے ہٹا دے گا۔ وُہ کفار و روافض اُمتِ رسُول کے

؎ تعلیق: پارہ ۸ سورہ اعراف آیت ۴۳

مقامات کو جنت میں دیکھیں گے ـــــ اور کہیں گے۔ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ سُعِدَ بِهِمُ النَّاسُ ـــ کہ ان (سے محبت و عقیدت) کی وجہ سے لوگ نیک بخت ہوئے ہیں ـــــ وَنَحْنُ شَقِيْنَا ـــــ کہ ان (سے نفاق و دشمنی) کی بناء پر ہم بدبخت رہے ہیں" ـــــ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ـــــ پھر ان کو دوزخ میں واپس کر دیا جائیگا" [1]

مقام صحابہ کرام

(از روئے حدیث)

ایک بندۂ مومن کیلئے کلام ربّی کے بعد حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی قابل حجت چیز نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ اُن فرمودات مقدسہ کو مکمل طور پر احاطہ تحریر میں لانا مشکل بلکہ ناممکن ہے جن کے مطالعہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانثاران صحابہ کرام کی عزّت وعظمت نکھر کر سامنے آئی ہے آیئے تعصب و عناد سے بالاتر ہو کر اُن احادیث نبویہ کا مشاہدہ کریں!

حدیث شریف ـــ (۱)

ترمذی و مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے قریب قریب الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ [2]

---

[1]: نُور الابصار صد ۳ بحوالہ و ترجمہ خلفائے رسول (پیر سید نصر حسین چشتی)

[2]: ترمذی شریف جلد دوم صد ۲۶۱، مشکوٰۃ شریف جلد سوم صد ۲۲۱، مسلم شریف جلد دوم صد ۳۱۰ زبدۃ البخاری صد ۳۶۳ صواعق محرقہ صد ۴۹۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اوّل صد ۱۷ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں دے گا۔ تو صحابہ کرام کے ایک مُد کو نہیں پہنچے گا بلکہ آدھے مُد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

مدّ اہلِ عرب میں مروّج ایک پیمانہ کا نام ہے۔ جو ہمارے ہاں تقریباً ایک سیر کے متوازی ہے جانثارانِ محبوب سرمدی نے اس دورِ عسرت میں اسی دینِ متین کی اساس کو پختہ کرنے کے عزم سے جو اپنے جذبہ ایمانی، خلوص و محبت بھری قربانیاں دیں بھلا کون اُن کے اس جذبہ دشوق کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ جب وُہ آقا مکّی و مدنی کے اشارۂ ابرو پر اپنا عبابِ تن راہِ خُدا میں دے کر بے خوف و خطر آتش نمرود میں کُود پڑتے تھے۔" لفظ سب عربی لغت میں عیب جوئی کے معنوں میں عام ہے یہاں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اعمال کی فضیلت بیان فرما کر اہل ایمان کو ان کے دامن بے داغ کیطرف انگلی اٹھانے سے منع کر دیا۔

حدیثِ شریف — (۲)

ترمذی شریف، مشکوٰۃ اور دیگر کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَصْحَابِیْ، اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ فَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ [1]

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض (طعن و تشنیع) کا نشانہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کیوجہ سے ایسا کرتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صہ ۲۶۲، مشکوٰۃ شریف جلد سوم صہ ۲۲۳، صواعق محرقہ صہ ۲۷، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اوّل صہ ۲۲ (مطبوعہ بیروت لبنان) نزہۃ المجالس (عبدالرحمٰن صفوری شافعی) جلد دوم صہ ۳۵۲ ؛

ساتھ بغض رکھنے کیوجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے ۔ جس نے ان کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی ۔ جس سے مجھے ایذا پہنچائی ۔ اس نے اللہ کو غضبناک کیا ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو غضبناک کیا تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا ۔

حدیث شریف ـــــ (۳)

ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ارشادِ گرامی ہے ۔

اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ [۱]

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہوں تو کہا کرو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ۔

حدیث شریف ـــــ (۴)

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ میں علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [۲]

جس نے میرے صحابہ کو بُرا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے ۔

حدیث شریف ـــــ (۵)

ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ شاہِ دوعالم

---

[۱] : ترمذی شریف جلد دوم صـ۲۲۵ ، مشکوۃ شریف جلد سوم صـ۲۲۴ الشرف المؤبد لآلِ محمد صـ۱۰۲ ، صواعق محرقہ صـ۴۷

[۲] : الریاض النضرۃ جلد اوّل صـ۲۳ (مطبوعہ بیروت) الشرف المؤبد صـ۱۰۵ (مطبوعہ مصر) نزہتہ المجالس جلد دوم صـ۳۵۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْرَایٰ مَنْ رَآنِیْ ؎۱

کہ اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

روافض

حدیث شریف ـــ (۶)

علامہ حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیلی کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ اَصْحَابًا وَّ اَصْہَارًا وَّ سَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَّسُبُّوْنَہُمْ وَ یَنْتَقِصُوْنَہُمْ فَلَا تُجَالِسُوْہُمْ وَلَا تُشَارِبُوْہُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْہُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْہُمْ ؎۲

اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب اور داماد بھی منتخب فرمائے۔ عنقریب ایک قوم ہوگی جو ان کو برا کہے گی۔ اور ان کی تنقیص کرے گی۔ ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا اور شادی نکاح نہ کرو۔

حدیث شریف ـــ (۷)

ایک اور روایت حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے کہ حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُّسَمَّوْنَ الرَّافِضَۃَ یَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ فَاقْتُلُوْہُمْ فَاِنَّہُمْ مُشْرِکُوْنَ۔ ؎۳

؎۱: ترمذی جلد دوم صـ۲۶۰، مشکوٰۃ جلد سوم صـ۲۲۳ الریاض النضرۃ جلد اول صـ۲۰

؎۲: صواعق محرقہ (المکتبہ مجیدیہ ملتان) صـ۲، نزہۃ المجالس جلد دوم صـ۳۸، ؎۳ صواعق محرقہ صـ۵

زمانہ آخر میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ دیگی اسے جہاں پاؤ قتل کردو کیونکہ وُہ مشرک ہیں۔

حدیث شریف (۸)

دار قطنی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ــــــ

سَيَأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ قَوْمٌ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةَ فَإِنْ اَدْرَكْتَهُمْ فَاقْتُلْهُمْ فَاِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَلَامَة فِيهِمْ قَالَ يُقَرِّطُوْنَكَ بِمَا لَيْسَ فِيْكَ وَيُطْعِنُوْنَ عَلَى السَّلَفِ۔ [۱]

عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا بُرا لقب ہوگا جنہیں رافضی کہا جائیگا۔ اگر تو انہیں پائے تو قتل کردینا کیونکہ وُہ مشرک ہیں۔ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ انکی نشانی کیا ہوگی؛ حضور نے فرمایا ــ کہ وُہ تمہاری طرف ایسی ایسی چیزیں منسُوب کرینگے جو تم میں موجود نہیں اور سلف پر طعن کریں گے۔

مذکورہ بالا احادیث نبویہ میں مقام صحابہ کا جو خلاصہ سامنے آتا ہے اس میں صرف اُنکے درجات و مقامات عظمیٰ ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ اُن کے ادب و احترام، عقیدت و محبت کا بھی واضح حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ انکی محبت کو ساقی محشر علیہ السلام نے اپنی محبت اور اُن سے عداوت و بغض کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو اذیّت پہنچانے اور قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف قرار دیکر ان مذموم العقائد گرہوں کے ہفوات اور ہرزہ سرائیوں کا قلع قمع کردیا ہے۔ جو شب و روز اپنی تمام تر صلاحیتیں میخانۂ نبوی کے میکشوں کو بے توقیر کرنے میں صرف کرکے اپنی آخرت سیاہ کر رہے ہیں۔ دراصل بات پھر حقیقت میں وُہیں ختم ہوتی ہے۔ ؎

قدر کیا اُن کو چھلکتے ہوئے پیمانوں کی
بھیک بھی جن کو میسّر نہیں مے خانوں کی!

٭

[۱]: صواعق المحرقہ صہ ۵ ٭

اصحابِ اربعہ رض

عندلیبانِ چمنِ رسالت میں ہر ایک کی شان نرالی ہے۔ جس طرح نفسِ رسالت کے اعتبار سے تمام رُسل برابر ہیں مگر مرتبہ و مقام، فضائل و درجات میں ہر ایک کی عظمتیں جُدا جُدا ہیں بعینہٖ بطورِ صحابیت تمام جاں نثارانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اس دورِ مسعود میں سر کی آنکھوں سے جمالِ جہاں آرا کو دیکھ کر توحید و رسالت کی گواہی صدق و یقین سے دی سب برابر ہیں۔ لیکن بارگاہِ مصطفوی میں، ہر ایک کی شان اپنی اپنی ہے۔ مثال کے طور پر آپ کسی خوشگوار شب آسمان پر چمکنے والے ستاروں کے دلکش منظر کا نظارہ کریں تو بآسانی آپ یہ فیصلہ بخوبی کر لیں گے کہ یہ سارے ستارے آسمان کی پیشانی کا جھومر ہیں۔ لیکن روشنی اور ہیئت نظری کے اعتبار سے کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے دکھائی دیتے ہیں۔ بمطابق فرمان سرورِ کونین رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ" سارے صحابہ آسمانِ رسالت کے تابندہ ستارے ہیں۔ لیکن ہر ایک کی رعنائی و جگمگاہٹ الگ ہے۔

بارگاہِ مصطفٰے میں صحابہؓ کا ہجوم ؎ اتنے تابندہ ستارے یوں سجا سکتا ہے کون
دارِ فانی میں محمدؐ کی محبت ہے بقا ؎ جو نصیرؔ اُن پر مٹا اُس کو مٹا سکتا ہے کون!

بالخصوص اصحابِ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیوں کو ایسی جلا نصیب ہوئی کہ اُمتِ مصطفوی کیلئے ان کی اطاعت و محبت کو ذریعہ قربِ خداوندی، و رضائے مصطفٰے قرار دیا گیا ہے۔

اصحابِ اربعہؓ کی محبت فرض ہے:

(۱) الرِّیَاضُ النَّضِرَۃ فِی مَنَاقِبِ العَشَرَۃ میں علامہ مُحبّ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور علامہ مومن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب نُورُ الابصار فی مناقبِ آلِ بیتِ النّبی المختار میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ اِفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ حُبَّ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ كَمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ فَمَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ لَمْ يُقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةً وَّلَا زَكٰوةً وَّلَا صَوْمًا وَّلَا حَجًّا يَحْشُرُهٗ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى النَّارِ [1]

ترجمہ : بیشک اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی محبت تم پر ایسے ہی فرض کی ہے، جس طرح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ فرض کیا ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز۔ روزے حج۔ زکوٰۃ قبول نہیں فرمائے گا۔ اور اسے قبر سے اٹھا کر سیدھا دوزخ میں بھیجے گا۔

(۲) نورالابصار اور الریاض النضرۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

علامتِ مومن : مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ——

لَا يَجْتَمِعُ حُبُّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةِ اِلَّا فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ [2]

ترجمہ : ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ان چاروں کی محبت صرف مومن ہی کے دل میں ہوتی ہے۔

(۳) نزہۃ المجالس جو علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب ہے، اس میں کتاب الفردوس کے حوالہ سے مروی ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اَنَا مَدِيْنَةُ السَّخَاءِ وَاَبُوْبَكْرٍ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الشَّجَاعَةِ وَعُمَرُ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الْحَيَاءِ وَعُثْمَانُ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا [3]

---

[1] : الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اوّل صفحہ ۵۰ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار جلد اول صفحہ ۹

[2] : نورالابصار صفحہ ۵ الریاض النضرۃ صفحہ ۴۸ (جلد اوّل)

[3] : نزہۃ المجالس جلد دوئم صفحہ ۲۲۳ ؛

ترجمہ: مَیں سخاوت کا شہر ہوں ابوبکرؓ اس کا دروازہ ہے۔ مَیں شجاعت کا شہر ہوں عمرؓ اس کا دروازہ ہے۔ میں حیاء کا شہر ہوں عثمانؓ اس کا دروازہ ہے، اور مَیں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

(۴) اسی طرح ایک اور حدیث پاک جو نزہتہ المجالس میں نقل ہے جس کو علاّمہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب الفردوس کے حوالے سے اپنی شہرہ آفاق کتاب الصواعق المحرقہ میں بیان کیا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا [۱]

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکرؓ اس کی بنیاد ہے، اور عمرؓ اس کی دیواریں ہیں اور عثمانؓ اس کی چھت ہے۔ اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

(۵) الرّیاض النضرۃ و نزہتہ المجالس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔

عن ابن عباس قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن لواء الحمد فقال لہٗ ثلاث شقاق کل شق منھما مابین السماء والارض، علی الشقۃ الاولیٰ مکتوب (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) وفاتحۃ الکتاب وعلی الثانیہ لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ، وعلی الثالثۃ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین علی المرتضیٰ [۲]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ لواء الحمد کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اس کے تین حصے ہیں۔ تینوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ پہلے حصہ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سورۃ فاتحہ لکھی ہے دوسرے پر لَآ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور تیسرے پر ابوبکر صدیق و عمر الفاروق و عثمان ذوالنورین و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم مکتوب ہے۔

---

[۱]: نزہتہ المجالس جلد دوئم صـ۲۲۳ الصواعق المحرقہ صـ۱۳۰

[۲]: الرّیاض النضرۃ جلد اوّل صـ۵۴ نزہتہ المجالس صـ۲۲۶ جلد دوئم

نورِ مصطفیٰ کی کرنیں: (۶) علامہ شبلنجی الروض الفائق کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا

اے ابوبکر "خَلَقَنِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جَوْھَرَۃٍ مِّنْ نُّوْرٍ" —— اللہ تعالیٰ نے مجھے نوری جوہر سے پیدا فرمایا —— پھر اس کی طرف اپنی نظرِ رحمت فرمائی اور مجھے اپنے حضور میں رکھا۔ میں حیا سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھ سے چار قطرے ساقط ہوئے۔ اے ابوبکرؓ پہلے قطرہ سے تجھے پیدا کیا گیا دوسرے سے عمرؓ کو تیسرے سے عثمانؓ کو اور چوتھے سے علیؓ کو پیدا فرمایا

—— فَنُوْرُکَ یَا اَبَابَکْرٍ وَّ نُوْرُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ مِّنْ نُّوْرِیْ [1]

اے ابوبکرؓ تیرا نور اور عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کا نور میرے نور سے ہے (رضی اللہ عنہم)

(۷) الرّیاض النضرۃ اور نزہتہ المجالس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یوں ہے۔

—— کہ حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروزِ حشر کوئی پکارنے والا پکارے گا۔—— اَیْنَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ —— کہاں ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جانثار ساتھی —— پس حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ بارگاہِ رُبّ العزّت میں حاضر ہونگے —— فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ لِاَبِیْ بَکْرٍ قِفْ عَلیٰ بَابِ الْجَنَّۃِ —— پس بارگاہِ خُداوند سے حکم ہو گا۔ اے ابوبکر آپ جنّت کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیے۔ فَاَدْخِلْ مَنْ شِئْتَ بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ —— آج جسے چاہتے ہو اللہ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کر دو —— وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ —— اور جسے چاہو جنّت جانے سے روک لو —— پھر حضرت سیّدنا عُمرُ فارُوق رضی اللہ عنہٗ دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں گے —— حکم ہو گا آج تم میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ —— جس کے عمل چاہو خفیف سے ثقیل اور ثقیل سے خفیف کر دو —— پس پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہٗ بارگاہِ ربّ العٰلمین میں حاضری دیں گے آپ کو بھی یہ مژدہ دلرُبا سُنایا جائے گا۔ آج آپ پُلصراط پر کھڑے ہو جائیے اذنِ خدُاوندی سے جسے چاہو پار کر دو جسے چاہو جہنم رسید

---

[1] : نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار حصّہ اوّل صفحہ ۶ ؛

کردو ــــــ اسی طرح جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوں گے تو حکم ہوگا اے علی آج تم امّت مصطفوی کے ساقی ہو۔ حوضِ کوثر پہ قبضہ تمہارا ہے جسے چاہو جام کوثر بھر بھر کے پلاتے جاؤ اور جسے چاہو آج پیاسا رکھ سکتے ہو لہ

اب یہ حقیقت بالکل منکشف ہو چکی ہوگی کہ تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اہلِ اسلام پہ کس قدر زور دیا گیا ہے کہ وفاکیش صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اپنا رشتہ محبت واطاعت استوار کیا جائے۔ اِن سے بغض وعناد رکھنے والوں کو غضب خداوندی سے ڈرایا گیا ہے۔ اِن کے بغض میں نماز روزہ، زکوٰۃ، حج جیسی عظیم عبادات کو بھی بالکل بے سُود قرار دیکر جہنّم کی وعید سُنائی گئی ہے۔ بلکہ ایک مومن کی علامات میں سے محبّت صحابہ کرام کو علامت قرار دیا گیا ــــــ ان منصف مزاج حضرات کو مذکورہ بالا احادیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے تعصّب وعناد سے ہٹ کر بار بار غور کرنا چاہیئے کہ وُہ کن بُلند اقبال وفاشعاروں پر تبرّا بازی کرکے اپنے ایمان کی کھیتی کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔ ؎

بُوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

مشاجراتِ صحابہؓ

جہاں تاریخ وقصص قرآنِ کریم کے علومِ خمسہ کا ایک اہم جُز ہیں اور اُن کو قطعی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، وہاں صحیح وسقیم روایات کو روایات کی کسوٹی پر پرکھے بغیر کسی چیز کو حجّت قرار دینا اصطلاحِ قرآن میں گمراہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔
(سورۂ فرقان)

لہ : الرّیاض النضرۃ صہ نزہتہ المجالس جلد دوم صہ ۴۲۶ ؎

یعنی کسی چیز کو تحقیق کے بغیر اپنانا اور اندھوں، بہروں کی طرح عمل کرنا عبادالرحمٰن کا شیوہ نہیں ـــــ

صدیوں سے عترت پیغمبر آئمہ کرام وسلف صالحین کو منافقین نے ہدف تنقید بنا کر ان پر سبّ و شتم کو اپنی علمی تحقیق کا نام دے کر رکھا ہے۔ بڑی سرعت کیساتھ ان کے زہریلے نشتر قلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی بلند وبالا مینارِ عظمت ہستیوں کے ادب واحترام کو اس بے خوفی سے پامال کیا کہ اسلام کے عادلانہ، حکیمانہ، ضابطۂ تنقید کی بھی ساری حدود وقیود کو پاش پاش کر دیا جن کے ذہنی تخیّل وتصوّر سے رُوحِ مسلّم لرز اٹھتی ہے ـــــ نتیجہ یہ نکلا کہ مستشرقین یورپ کے ایماء پر بعض نام نہاد مذہبی قزاقوں نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی حمایت کا لبادہ اوڑھ کر یزید پلید کی نغمہ سرائی میں خاندانِ رسول وآئمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کے فضائل ومناقب، مرتبہ ومقام سے اس قدر بغاوت کی کہ ان کے سینے میں بھڑکنے والی آتش بغض وعناد کے شعلوں نے انکی کشتِ ایمان کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اِن کے مدّمقابل ماڈرن اسلامک کلچر کے مصوّر اور نئی یورپی تہذیب کے دلدادہ علماءِ سُو نے بھی "خلافت وملوکیّت" کی نرالی تقسیم کر کے جھوٹی شہرت کی خاطر اُن سے بازی لے گئے۔ ان اوباش وناعاقبت اندیش مفکّرین کے بے رحم قلم حضرت امیر معاویہؓ سیّدنا حضرت عثمان ذوالنّورینؓ و امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے جانثاروں کی سیرت پر اس طرح چلے کہ ان بلند مرتبہ ومقام کے وارث امّتِ مصطفویؐ کے مینارۂ ہدایت اصحابِ رسولؐ کو دُنیا کے عام اقتدار کی ہوس میں سرگرداں سیاستدانوں اور جھوٹی شہرت حاصل کرنے والے لیڈروں کے کٹہرہ میں لا کھڑا کیا۔ اور صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات[۱] کو ـــــ اقتدار کی جنگ ـــــ قرار دینے کی مکروہ جسارت،

---

[۱] : مشاجرہ کے معنی تناور درخت کے ہیں جس طرح ایک درخت کی شاخیں ایک دُوسرے سے ٹکراتی ہیں، اور اس کی دلکشی زینت وکمال میں اضافہ کرتی ہیں۔ اسی طرح علماءِ کرام نے حضرات صحابہ کرامؓ کے باہمی نزاع وحروب کو جنگ وجدال سے نہیں از روئے ادب مشاجرات سے تعبیر کیا ہے، جو کوئی عیب دار چیز نہیں ؛؛

کرکے اپنے ایمان کا ستیاناس کر دیا ـــــ اس طرح وُہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی وکامرانی کے خواب دن دیہاڑے دیکھنے لگے جنکا مقصد اسلامی دُنیا میں افراط وتفریط پیدا کرنا اور قرآن و حدیث و دینِ اسلام کی اکملیّت پر سے سادہ لوح مُسلمانوں کا اعتماد اٹھانا تھا۔

اب جہاں تک تاریخی روایات کا تعلّق ہے مسلمانوں کی تاریخ عالمِ اسلام کا سرمایہ ہے لیکن یہ بات اصُول حدیث کا ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ جب کوئی حدیث چاہے سند کے اعتبار سے کتنی ہی مُستند کیوں نہ ہو جب قرآنی آیت سے متصادم ہو تو واجبُ التاویل یا متروک ہو گی بعینہٖ تاریخی روایات کتنی ہی ثقہ کیوں نہ ہوں جب قرآن وحدیث سے متصادم ہوں گی۔ وُہ بھی واجبُ التاویل یا واجبُ الترک قرار دی جائیں گی۔ کیونکہ جو مقام اسلام میں نصوص قرآنیہ اور احادیث مقدسہ کا ہے تاریخ کا وہ مقام ہرگز نہیں ہے۔ اگرچہ روافض کے عقائد تو قرآن وحدیث، اجماعِ اُمت، مسالک آئمہ کرام سے ہمیشہ ہی مختلف رہے ہے عموماً اصحابِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا طرزِ عمل ناقابلِ تقلید اور بالخصوص اصحاب اربعہ رض کے متعلق ان کے مفروضات، نظریات وافکار ان کی ازلی بدبختی کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ لیکن یہاں تو ان پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں جنہوں نے مغربی کرنسی کے عوض پاکستان کی مذہبی وسیاسی ساکھ کو کھوکھلا کرنے اور مسلم اُمہ کے اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کا ذمّہ اٹھا کر اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت ظاہر کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ اور انہوں نے فقط تاریخی روایات کا سہارا لیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بُلند وبالا شخصیات کے متعلق وُہ عقائد وافکار ونظریات وضع کیٔے جو اُن اسلامی عقائد سے کوسوں دُور ہیں جو قرآن وسنّت کی نصوص اور جمہور علماء حق کی تحقیق و تائید سے ثابت ہیں۔ بھلا غور تو کریں، اُن کی شخصیاتِ مقدّسہ پر بحث وتکرار کی کسے مجال ہو سکتی ہے جن کے متعلق خود پروردگارِ عالم کا ارشاد پاک ہے:" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ـــــ اور اُن کے صدق و اخلاص پر کون اہلِ ایمان شک کر سکتا ہے جنکے اخلاص کی گواہی قرآن مجید خود دے رہا ہے" وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات کو جنگ وجدال کا نام دیکر انکی شخصیات کو مجروح کرنے والے اس آیت کریمہ پر غور کر کے دیکھیں تو سہی کہ فرمانِ پروردگار کے سامنے اُن کی تاریخ وروایات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ
کہ حضور کے صحبت یافتہ (ایسے کامل مومن ہیں جو) کافروں کے مقابلے میں سخت اور

آپس میں مہربان ہیں۔

کہاں جنگ وجدال وخونی مجادلوں کی تاریخی داستانیں ـــــ اور کہاں پروردگارِ عالم کا ارشاد کہ جنگ وجدال تو درکنار وُہ آپس میں سخت مزاجی سے بھی کام نہیں لیتے قرآنی اصطلاح میں تو ایک مومن کی تعریف یہ ہے۔ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ آپؐ نے فرمایا:

سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ ـــــ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد واقع ہوگا ـــــ فَاَوْحٰٓی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحٰبَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُھَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ ـــــ پس میری طرف وحی کی گئی اے پیارے محبوب بیشک تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی مانند ہیں جو ایک دُوسرے سے زیادہ روشن ہیں ـــــ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّمَّا ھُمْ عَلَیْہِ مِنْ اِخْتِلَافِہِمْ فَھُوَ عِنْدِیْ عَلٰی ھُدًی ـــــ اور ہر ایک کیلئے نُور ہے اور ان کے اختلاف کے باوجود جو بھی کوئی کسی کی راہ اختیار کرے گا وُہ ہدایت پر ہی ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ پس حضور امام الانبیاء نے اسی وقت یہ ارشاد بھی فرمایا ـــــ

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمُ اھْتَدَیْتُمْ [1]

میرے سارے صحابہ آسمانِ ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

---

[1]: مشکوٰۃ شریف جلد سوئم (باب مناقب صحابہؓ) صـ ۲۲۴

اہل تشیع کی مشہور و مستند کتاب احتجاج طبرسی میں بھی حضرت امام جعفر صادق سے مروی روایت اس مذکورہ بالا حدیث مقدسہ کی تائید کرتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا مَثَلَ اَصْحَابِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ، بِاَیِّہَا اَخَذَ اهْتَدٰی۔
اَقَاوِیْلِ اَصْحَابِیْ اَخَذْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ۔ وَ اِخْتِلَافُ اَصْحَابِیْ لَکُمْ رَحْمَةٌ[۱]

ترجمہ: میرے صحابہ تم میں ستاروں کی مثل ہیں جس کو پکڑ لیا تم نے ہدایت پائی ـــــ میرے جس صحابی کی بات کو تم نے پکڑا ہدایت پالی ـــــ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

ان روشن براہین سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کے سارے صحابہ ہدایت کے میںار ہیں۔ ان کے باہمی اختلافات کے باوجود ہر ایک کا عمل مقبول ہے۔ یہی اہلسنّت والجماعت کا مسلک ہے۔ اگرچہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات جنگ و خونریزی تک جا پہنچے اور ظاہر ہے کہ دو فریق جب میدان میں اترتے ہیں ایک ہی حق پر ہوتا ہے دوسرا غلطی پر ہوتا ہے۔ جس طرح جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حق پر تھے اور ان کے مدِمقابل خطاء پر تھے۔ اسی طرح جنگِ صفین ہمارے سامنے ہے وہاں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کا مؤقف درست تھا اور اُن کے مقابل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اور ان کے اصحاب خطاء پر تھے۔ لیکن علماءِ امت نے ان کی خطاؤں کو اجتہادی خطاء قرار دیکر اُمتِ مصطفوی کیلئے دونوں کو واجب التعظیم ٹھہرایا۔ کیونکہ مجتہد اگر اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی غلطی پر ہو تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس پر کوئی عتاب نہیں بلکہ اُسے ثواب سے محروم بھی نہیں رکھا جائے گا۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اختلاف اجتہادی تھا جو شرعاً کوئی گناہ نہیں۔ ہاں دونوں کے متضاد اقوال میں سے ایک کو شریعت کے مسلمہ اصول و اجتہاد کے مطابق اختیار کرنا دوسرے کو ترک کرنا جائز ہے۔ جس سے کسی کی شخصیت اور ذات پر کوئی حرف نہ آئے۔ سلف صالحین کے نزدیک ایسی تمام روایات و حکایات پر بلاوجہ بحث و تکرار جائز نہیں جو مشاجرات

۱: احتجاج طبرسی جلد دوئم صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مشہد المقدسہ۔

صحابہ کے دوران ایک دوسرے کے متعلق نقل کی گئی ہیں۔

علمائے حق کا فیصلہ: صحابہ کے باہمی اختلافات کے متعلق جو کچھ لکھا گیا محققین صدیوں سے جس نتیجہ پر پہنچے اس کو تفسیر قرطبی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لایجوز اَنْ یُنسب اِلیٰ احد مِنَ الصَّحَابَۃِ خطا معطوع بہٖ اِذ کانوا کلھم اجتھدوا فیما فعلوہ وارادوا اللہ عزوجل، وھم کلھم لنا ائمۃ وقد تعبدنا بالکف عما شجر بینھم ولا نذکرھم اِلَّا بِاَحسن الذکر لحرمۃ الصحبۃ ولنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم عن سبّھم واَنّ اللہ غفر لھم واخبرنا بالرضا عنھم ——

یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابیٔ رسُول کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے اسلئے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا۔ اور سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھا۔ سارے صحابہ ہمارے امام ہیں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ انکے باہمی معاملات ومشاجرات (اختلافات) سے کفِ لسان کریں اور ہم انکا ذکر اچھے طریقے سے کریں کیونکہ صحابیّت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پرسبّ وشتم سے منع فرمایا۔ اور خبر دی کہ پروردگارِ عالم نے انکی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور ان سے راضی ہو گیا ہے۔

—— ھذا مع ما قد ورد من الاَخبار من طرق مختلفۃ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وَسلّم اَنّ طلحۃ شھید یمشی علی وجہ الاَرض فلو کان ماخرج الیہ من الحرب عصیانًا لم یکن بالقتل فیہ شھیدًا۔ وَکذٰلک لو کان ماخرج اِلیہ خطأ فی التاویل وتقصیرًا فی الواجب علیہ۔ لاَنّ الشھادۃ لاتکون اِلّا بقتل فی طاعتہ فوجب حمل امرھم علی ما بیّناہ ومما یدلّ علی ذٰلک ما قد صح واُنتشر من اخبار علیّ بان قاتل الزبیر فی النار ——

وقولہ: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول" ——

بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار" ـــــــ

ـــــ اس کے علاوہ متعدد سندوں سے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ـــــ یعنی طلحہؓ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں۔

ـــــ اب اگر حضرت علی رضی اللہ کے خلاف حضرت طلحہؓ کا جنگ کیلئے نکلنا کھلا گناہ وعصیان تھا تو اس جنگ میں وُہ قتل ہو کر وہ ہرگز شہادت کا مرتبہ حاصل نہ کرتے اسی طرح حضرت طلحہؓ کا یہ عمل تاویل کی غلطی اور ادائے واجب میں کوتاہی قرار دیا جا سکتا تو آپ کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا۔ اسلیئے کہ شہادت تو صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص اطاعتِ خداوندی میں قتل ہُوا ہو۔ لہٰذا ان حضرات کے معاملہ کو اسی عقیدہ پر معمول کرنا ضروری ہے جس کا ذکر کیا۔

ـــــ اس بات کی دوسری دلیل وہ صحیح اور معروف ومشہور احادیث ہیں جو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور جن میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ـــــ کہ زُبیرؓ کا قاتل جہنمی ہے ـــــ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ـــــ کہ صفیہؓ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو۔ ـــــ واذا کان کذلك فقد ثبت ان طلحۃ ولزبیر غیر عاصیین ولا آثمین بالقتال لاَن ذٰلِكَ لو كان كذٰلِكَ لم یقل النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم فی طلحۃ: "شھید" ولم یخبر ان قاتل الزبیر فی النار وكذلك من قعد غیر مخطئ فی التاویل، بل صواب اراھم اللہ الاجتھاد۔ واِذا كانَ كذٰلِكَ لَمْ یوجب ذٰلِكَ لعنھم والبرائۃ منھم وتفسیقھم، و ابطال فضائلھم وجھادھم، وعظیم غنائھم فی الدّین رضی اللہ عنھم

اگر یہ درست ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اس لڑائی کیوجہ سے عاصی اور گنہگار نہیں ہوئے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہؓ کو شہید نہ فرماتے اور حضرت زبیرؓ کے قاتل کے بارے میں جہنم کی پیشین گوئی نہ کرتے۔ نیز ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے جنکے جنتی ہونے کی شہادت متواتر ہے

اسی طرح جو صحابہ کرامؓ ان جنگوں سے کنارہ کش رہے۔ انہیں بھی تادیل میں خطا کار نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان کا طرزِ عمل بھی درست تھا کیونکہ پروردگار نے انکو اجتہاد میں اسی رائے پر قائم رکھا جب یہ بات ہے تو اس وجہ سے ان حضرات پر لعن طعن کرنا، ان سے براءت کا اظہار کرنا اور انہیں فاسق قرار دینا ان کے فضائل و مجاہدات اور ان کے عظیم دینی مقامات کو کالعدم کر دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا ــــ

ــــ وقد سئل بعضهم عن الدماء التي اريقت فيما بينهم فقال: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"

بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات میں بہایا گیا تو انہوں نے جواب میں یہ آیت مقدسہ پڑھی۔

ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گذر گئی اسکے اعمال اس کیلئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائیگا۔

ــــ وسئل بعضهم عنها ايضا فقال تلك دماء قد طهر الله منها يدي فلا اخضب بها لساني۔ يعني في التحرز من الوقوع في خطا والحكم على بعضهم بما لا يكون مصيبا فيه ــــ کسی اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ نے میرے ہاتھوں کو اس میں رنگنے سے بچایا اب میں اپنی زبان کو ان سے آلودہ نہیں کروں گا مطلب یہی تھا کہ میں کسی ایک فریق کو کسی معاملے میں یقینی طور پر خطا کار ٹھہرانے کی غلطی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا ــــ وَقَالَ ابن فورك: ومن اصحابنا من قال: ان سبيل ماجرت بين الصحابة من المنازعات كسبيل ماجرى بين اخوة يوسف مع يوسف ثم انهم لم يخرجوا بذلك عن حد الولاية والنبوة۔ فكذلك الامر فيما جرى بين الصحابة۔

ــــ علامہ ابن فورک فرماتے ہیں ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان

جو مشاجرات واختلافات ہوئے انکی مثال ایسی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور اُنکے بھائیوں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی وُہ حضرات آپس کے اختلافات کے باوجود اور نبوّت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے۔ بالکل یہی معاملہ صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے

وقال المحاسبی ! فاما الدماء فقد اشکل علینا القول فیھا باختلافھم

اور حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک خونریزی کا معاملہ ہے تو اسکے بارے میں ہمارا کچھ کہنا مشکل ہے کیونکہ اس میں خود صحابہؓ کے درمیان اختلاف تھا۔

امام حسن بصریؒ کا فرمان: تفسیر قرطبی میں حضرت امام حسن بصریؒ جو تابعین کی جماعت سے ہیں کا جو فرمان ذی وقار مشاجرات صحابہ کرام کے متعلق نقل کیا گیا ہے روشن دماغ حضرات کیلئے نشانِ منزل ہدایت ثابت ہو سکتا ہے۔ جو ہر قسم کے بغض. عناد. کینہ و تعصب کی عینک اُتار کر آپنے عقلِ سلیم کو دعوت غور و فکر کی ـــــ دیں گے آیئے امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کا فیصلہ کن فرمان ملاحظہ کریں۔

وقد سئل الحسن البصری علیہ الرحمۃ عن قتالھم فقال ـــــ

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ، سے قتال صحابہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ـــــ

قتال شھدہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغبنا وعلموا وجھلنا واجتمعوا فاتبعنا واختلفو فوقفنا[1]

یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ کرامؓ موجود تھے اور ہم غائب وُہ اس وقت کے پورے حالات سے باخبر تھے اور ہم اُن حالات سے بے خبر ہیں۔ جس معاملہ پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔ ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں انکے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

محاسبیؒ کی تائید: حضرت محاسبیؒ اس مقام پر حسن بصری کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں فنحن نقول کما قال الحسن ونعلم ان القوم کانوا

---

[1]: تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۲۲ سورہ حجرات حاشیہ آیت "وان طائفتان من المومنین اقتتلوا" مطبوعہ تہران

اَعْلَمُ بما دخلوا فیہ منا و نتبع ما اجتمعوا علیہ و نقف عند ما اختلفوا فیہ ولا نبتدع رأیا منا و نعلم اَنھم اجتھدوا و اردوا اللہ عزّوجل اذ کانوا غیر متھمین فی الدّین و نسال اللہ التوفیق [۱] ـــــــ

ہم بھی وُہ ہی بات کہتے ہیں جو حضرت حسن بصریؒ نے فرمائی۔ ہمیں علم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے جن چیزوں میں دخل دیا وہ ہم سے اس معاملہ میں بہتر جانتے تھے۔ لہٰذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس بات پر وہ سب متفق ہوں اس میں انکی پیروی کریں اور جس معاملہ میں ان کا اختلاف ہے۔ اس میں خاموشی اختیار کریں۔ اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات نے اجتہاد سے کام لیا تھا۔ اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی اسلیئے دین کے معاملہ میں وُہ سب حضرات ذہنی شکوک وشبہات سے بالاتر ہیں۔

ان روشن حقائق کو پڑھنے کے بعد ہر ذی شعور از خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت امام حسن بصریؒ جیسے مستند امام کا فیصلہ حقیقت پر مبنی ہے چونکہ تاریخ کی جو کتب آج ہمارے سامنے گردشِ مطالعہ ہیں یہ تمام کی تمام امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صدیوں بعد کی ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ـــــ آج مستشرقین یورپ کے ایما پر مشاجرات صحابہ کو جو خونی مجادلوں کے نقشہ میں اتارنے کی کوشش کی گئی ہے اس کا واحد مقصد مسلمانوں کو مسائل کی دُنیا میں الجھانا اور افراط و تفریط پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان:

(۱) جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں فریقین کے مقتولین کے بارے میں اکثر اوقات بڑی عجیب و غریب اختراعیں سننے میں آتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ان دو معرکوں میں قتل ہونے والوں کا انجام کیا ہوگا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا اس سے بھی امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کے فرمان کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا ـــــ لا یموتن احدٌ من ھٰولاء و قلبہ نقی الا دخل الجنۃ [۲]

ان میں سے جو شخص بھی صفائی قلب کیساتھ مرا ہوگا وہ جنت میں جائیگا۔

---

[۱] : ایضاً ؛ [۲] مقدمہ ابنِ خلدون فصل ۳۰ صـ ۳۸۵ ؛

(۲) اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل لشکر حریف میں شامل تھے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، جو آپکے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی نعش خون میں لت پت دیکھی اپنے گھوڑے سے اُترے اور ان کو آغوش میں لے لیا غبار سے اَٹے ہوئے چہرے کو صاف کرتے اور روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے متعلق سنن بیہقی میں حضرت ربعی بن خراش سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے ارشاد فرمایا

—— انی لاَرجوا اَن اَکُوْنَ وطلحۃؓ وزبیرؓ مِمَّن قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِہِمْ مِنْ غِلٍّ [۱] ——

مَیں امید کرتا ہوں کہ بر روزِ حشر طلحہؓ و زبیر ان لوگوں میں سے ہونگے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اور نکالا ہم نے ان کے سینوں سے کینہ)

آخر جہاں ایسے بیّن براہین موجود ہوں وہاں اُن تاریخی روایات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جو قرآن و احادیث سے متصادم ہوں۔ یہاں تو صرف اسی تاریخ کو ثقہ و قابلِ اعتماد مانا جاسکتا ہے جو "رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ" کی کسوٹی پر پورا اترے گی۔ حقیقت تو اہلِ علم پر منکشف ہے کہ عہدِ صحابہؓ میں ہی روافض و خوارج اور سبائی تحریک کے پیروکاروں نے اسلام کے مقدس نظام اور بعض صحابہ کرامؓ سے کھلی عداوت و بغاوت کا برملا اعلان کر دیا تھا اور ایسی غیر یقینی روایات میں ان کے گھناؤنے کردار کا بڑا عمل دخل ہے۔ لہٰذا اس مقام پر بڑی سخت احتیاط کی ضرورت ہے اللہ کریم سے استدعا ہے کہ مسلمانانِ عالم کو ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توقیر و عظمت مقام و منزلت کو سمجھنے اور دل و جان سے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

؎ شاہِ عالم کی اُلفت میں سرشار سب
ہیں وہ حق و صداقت کے مینار سب
مصطفےٰ جنکو روشن ستارے کہیں ؛ ان کی شانِ صحابت کی کیا بات ہے،

---

[۱] : سنن بیہقی جلد ۸ ص ۱۷۳ ؛

ملوکیّت

قبل از اسلام ملوکیّت

آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے پہلے جہاں کہیں کوئی حکومت قائم تھی وہاں ملوکیت کا نظام اپنی جملہ خرابیوں کے ساتھ نافذ تھا بعض ممالک میں فوجی قوت اور مادی طاقت بادشاہوں کا سہارا تھی اور بعض ممالک میں بادشاہ نے اپنے بارے میں اپنی رعایا کے قلوب واذہان پر یہ تصوّر قائم کر رکھا تھا کہ ان کے بادشاہ ان کے معبودوں کی اولاد ہیں اور اُن کے احکام کا بجالانا اپنے خداؤں کے احکام بجالانے کی طرح ان پر لازم ہے۔ ایران، چین، جاپان اور کئی دیگر ممالک میں رعایا اپنے حکمرانوں کو صرف خراج ہی ادا نہیں کرتی تھی بلکہ ان کی بندگی اور پرستش کو بھی اپنے لیے اخروی نجات کا ذریعہ تصور کرتی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی رعایا صبر اور سکون کے ساتھ ان کے جور وستم کو برداشت کرتی رہے۔ ان کی لوٹ کھسوٹ کے سامنے دم تک نہ مارے۔ اُن کے شبستان عیش ونشاط کی رونقوں میں اضافہ کرنے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ ان بادشاہوں کے صرف حقوق تھے جن کی ادائیگی ان کی رعایا پر ضروری تھی۔ ان پر اپنے عوام کی طرف سے کوئی فرائض عائد نہ ہوتے تھے جن کے بارے میں وہ اُن سے باز پرس کر سکیں۔ رعایا تنگ آکر ایک ظالم اور ستم شعار بادشاہ کے خلاف تو بغاوت کر سکتی ہے لیکن اپنے معبود کے خلاف سرکشی کا تصوّر کسی پرستار کے ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا۔

شرق وغرب میں جتنی شہنشاہیاں قائم تھیں ان میں تین چیزیں بطور مشترک تھیں۔

۱۔ بادشاہ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات ایک قانون ہے جس کی خلاف ورزی جرم ہے۔

۲۔ بادشاہ ہر قسم کے قانونی مواخذہ سے بالاتر ہے۔ وہ بے گناہوں کے کشتوں کے پشتے لگا دے وہ لوگوں کے مال ودولت پر ڈاکے ڈالتا رہے۔ وہ لوگوں کی عصمتوں کو برباد کرتا رہے اس سے کوئی بھی باز پرس نہیں کر سکتا۔

۳۔ بادشاہ کا جانشین اس کا بیٹا یا اس کا قریبی وارث ہی ہو سکتا ہے۔ شاہی خاندان کے علاوہ کوئی شخص بھی قصر شاہی پر نہیں بیٹھ سکتا۔ خواہ علم وفضل، معاملہ فہمی، عاقبت اندیشی میں وہ اپنی نظیر نہ رکھتا ہو۔ اس غلط نظام کے باعث کروڑوں لوگ ایک آدمی کے رحم و

کرم پر اپنی زندگیاں بسر کرتے وہ اس نظام کی سنگدلیوں سے شکوہ بلب ضرور تھے لیکن انہوں نے اسے ناگزیر حقیقت کے طور پر قبول کر لیا تھا۔ اُن کے ذہن میں اس نظام سے رستگاری حاصل کرنے کا کبھی حوصلہ ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

بادشاہت کا خاتمہ اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں خوش آئند تبدیلیاں برپا کیں وہاں ملوکیت کے نظام کو بھی درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ اس نے اپنے سیاسی نظام سے مالک اور بادشاہ کا لفظ ہی خارج کر دیا کیونکہ ان لفظوں سے بھی خودسری، مطلق العنانی اور حاکم حقیقی ہونے کی بُو آتی ہے۔

اسلام اور تصوّر حاکمیت

۱۔ اسلام نے خلیفہ کا لقب سربراہِ مملکت کے لیے پسند فرمایا جو ان تمام غلط تصورات سے بالاتر ہے جس کا معنی نائب کے ہیں اور نائب وہ ہوتا ہے جو اپنے مالک کے منشاء اور مرضی کے مطابق اپنے اختیارات کو استعمال کرے اسی لفظی تبدیلی میں ہی حکمران طبقہ کے ناروا اور غیر محدود اختیارات پر ضرب کاری لگا دی گئی اور ان سے وہ تمام حقوق سلب کر لیے، جن کے بل بوتے پر وہ مخلوق خدا پر مشق ستم کیا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری تبدیلی یہ کی کہ حکم، سلطان وقت کا نہیں چلے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا چلے جو سب کا خالق و مالک ہے۔ خلیفہ کا کام بادشاہ حقیقی، رب العالمین کی منشاء کے مطابق ملک میں امن و امان برقرار رکھنا عدل و انصاف کی بالادستی قائم کرنا حقوق و فرائض میں ہم آہنگی کو ہر لحظہ پیش نظر رکھنا۔

۳۔ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ مسندِ حکومت کسی کی ذاتی جاگیر نہیں کہ اس کے بعد اس کا بیٹا یا دوسرا کوئی قریبی وارث اس پر متمکن ہو جائے بلکہ یہ منصب لوگوں کا حق ہے جو اپنے میں وہ جس کو ان فرائض کی انجام دہی کے لیے موزوں خیال کریں اسے اپنا امیر اور سربراہ مملکت بنا سکتے ہیں۔

اعلانِ نبوّت

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظام حکومت میں یہ دورس انقلابی تجاویز اور پھر اُن

کو عملی جامہ اس وقت پہنایا جبکہ شرق و غرب میں کوئی مفکر اور دانشور ایسی تبدیلی کے بارے میں سوچنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاقیصر ولاکسریٰ کا لرزہ خیز اعلان اس وقت کیا جب مشرق میں وسیع و عریض ممالک پر کسریٰ کی شہنشاہی کا پرچم لہرا رہا تھا اور مغرب میں قیصر کی عظمت کے ڈنکے بج رہے تھے۔ کیا کوئی انسان اس وقت یہ سوچ بھی سکتا تھا کہ بہت جلد وہ دن طلوع ہونے والا ہے جبکہ نہ قیصریت رہے گی اور نہ کسرویت۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دلنشین ارشادات سے اور اپنی تیس سالہ پاکیزگی زندگی سے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ان نقوش کو راسخ کر دیا۔

انہیں اپنے آقا کے ارشادات پر یقین محکم تھا۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ سیاست کی پہلی بساط الٹ دی جائے گی اب انسانوں کو بھیڑ بکریوں کا ریوڑ سمجھنے والے بادشاہ ان پر حکومت نہیں کریں گے بلکہ اب وہ مناسب سمجھیں گے اس منصب پر فائز کر دیں گے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی ایک اسلامی ریاست معرضِ وجود میں آ چکی تھی جو حجاز، یمن اور دیگر ملحقہ علاقوں پر مشتمل تھی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) کی تحقیق کے مطابق اس اسلامی سلطنت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تھا۔ حضور نے اپنی جانشینی کے لیے نام لے کر کسی کو نامزد نہیں کیا بلکہ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے فرمانِ الٰہی کے مطابق امیر کے انتخاب کو مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ جس کو اس منصب کا اہل خیال کریں اسے منتخب کر لیں۔

نظام حکومت میں اختلاف

نظام حکومت کے بارے میں شیعہ رائے الگ الگ ہے۔ اہلسنت والجماعت جو امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سوادِ اعظم ہے اور ایک دو ممالک کے علاوہ تمام اسلامی ممالک میں ان کی غالب اکثریت ہے۔

دوسرا مکتب فکر شیعہ حضرات کا ہے جنہیں ایران میں عددی کثرت میسر ہے۔ دیگر تمام اسلامی ممالک میں وہ اقلیت میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اہل سنت کا مسلک وہی ہے جو اسلام کی انقلابی روح کا آئینہ دار ہے۔ اس میں ریاست کی ذمہ داری اس شخص کو سونپی جاتی ہے جس کو امتِ مسلمہ اپنی سربراہی کے لیے

پسند کرے اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہونا ضروری نہیں۔

اس میں میراث کا نظام بھی جاری نہیں ہوتا۔ یہی وہ چیز ہے جو اسلامی نظام سیاست کو دیگر سیاسی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے۔

اہل تشیع کا نظریۂ خلافت

شیعہ لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ خلافت مصالح عامہ میں سے نہیں تاکہ اُسے عوام کے غور و تدبر کے سپرد کر دیا جائے اور اس کی تعیین کا اختیار امت کو دیا جائے بلکہ یہ دین کا ایک رکن ہے اور اسلام کا ایک بنیادی مسئلہ ہے اور نبی کے لیے جائز نہیں کہ خلیفہ کے تقرر سے غفلت برتے یا اس کے تقرر کی ذمہ داری عوام کے سپرد کر دے۔

بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ تَعْيِيْنُ الْاِمَامِ لَهُمْ وَيَكُوْنُ مَعْصُوْمًا مِّنَ الْكَبَآئِرِ وَالصَّغَآئِرِ۔

یعنی نبی پر واجب ہے کہ وہ امام کا تعین کرے اور امام ایسا ہونا چاہیے جو کبائر و صغائر ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہو اور یہ ہستی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہے پھر یہ بطور ورثہ حضرت سیدہ کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر امام نص سے مقرر ہوتا ہے۔

شیعہ اور نظریہ امامت

اس نظریہ کے عملی پہلو کو چند لمحوں کے لیے رہنے دیجئے۔ اس کے نظری پہلو پر غور فرمائیے۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ اگر یہ نظریہ اسلام کا نظریہ ہے تو یہ قطعاً کوئی جدید اور انقلاب آفریں نظریہ نہیں بلکہ اسی پرانے نظام ملوکیت کی ایک نئی شکل ہے۔ اسی ملوکیت کو مذہبی تقدس کا لبادہ پہنا کر پیش کیا گیا ہے اگر وہاں قیصر کی اولاد، قیصر کی جانشین ہو سکتی ہے اور دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا تو یہاں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی نسل پاک سے ہی کوئی شخص اس مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ کسی غیر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خود اس مسند پر متمکن ہو جائے یا قوم زمام اقتدار اقتدار اس کے ہاتھ میں پکڑا دے۔

امامت پر اختلاف

اس نظریہ کا عملی پہلو شیعہ کے لیے بھی بڑی پریشانیوں اور ہولناک نتائج کا باعث بنا۔ بہت جلد ان میں بھی تفرقہ بازی کا دروازہ کھل

گیا ہر فرقہ دوسرے فرقے کو گمراہ بلکہ خارج از اسلام قرار دینے لگا۔

اس طرح یہ مذہب مختلف متضاد اور متحارب گروہوں میں بٹتا چلا گیا۔ ان کا پہلا اختلاف تو خود سیّد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ جن نصوص سے آپ کی امامت ثابت ہے اس میں آپ کے ایسے اوصاف بیان ہوئے ہیں جو بجز آپ کے کسی میں نہیں پائے جاتے۔ اس رائے کے قائلین "زیدیہ" کہلاتے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو چھوڑ کر شیخین کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ان کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ نصوص کے سمجھنے میں اور اُنکی تطبیق میں ان سے غلطی ہوئی ہے۔ زیدیہ نہ شیخین سے برائت کا اظہار کرتے ہیں اور نہ ان کی امامت پر زبان طعن دراز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل اور شیخین مفضول۔ لیکن افضل کی موجودگی میں مفضول امام مقرر ہو سکتا ہے۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ جن نصوص سے آپ کی جانشینی ثابت ہے اس میں آپ کا نام لے کر تعیین کی گئی ہے۔ اس لیے آپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کرنا ضلالت و گمراہی ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد پھر وہ بٹ گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ امامت سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں منحصر ہے اور ہر امام کا نام نصًا ثابت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدہ طاہرہ کی نسل سے امام کا ہونا تو ضروری ہے لیکن ہر ایک کا منصوص ہونا ضروری نہیں بلکہ اس خاندان کے شیوخ اپنے میں سے کسی ایسے شخص کو منتخب کر سکتے ہیں جو عالم، زاہد، سخی اور شجاع ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی امامت قبول کرنے کی اعلانیہ دعوت بھی دے۔ یہ نظریہ حضرت زید کا ہے جو حضرت امام علی، زین العابدین کے فرزند ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے برادر گرامی ہیں۔ حضرات حسنین کریمین کے بعد امام منصوص کون ہے؟ اس میں پھر ان میں باہمی اختلاف ہے۔ بعض نے ان کے بھائی حضرت محمد بن حنیفہ کو امام مانا ہے۔ جیسے جیسے یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا ان میں بھی امام کے بارے میں اختلاف پیدا ہونے لگے اور یہ بھی کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ اسی طرح زیدیہ میں بھی باہمی انتشار پیدا ہو گیا۔

اب رہے امامیہ تو ان کی کہانی بھی کسی سے کم عبرتناک نہیں۔ ان کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیت سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پھر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پھر آپ کے صاحبزادے جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے بعد

پھر یہ دو حصوں میں بٹ گئے۔ بعض نے آپ کے فرزند حضرت اسماعیل کو اور بعض نے حضرت موسیٰ کاظم کو امام منصوص مانا ہے۔

امامیہ اثنا عشریہ جو بڑی سختی سے اس عقیدہ پر قائم تھے کہ امام منصوص اور معصوم ہونا چاہیئے وہ بھی بمشکل گیارہویں امام حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔ آگے وہ بھی اس سلسلہ کو دراز نہ کر سکے اور آخر کار انہیں امام غائب کا سہارا لینا پڑا جو بقول ان کے پانچ سال کی عمر میں اپنے دشمنوں کے خوف سے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ یہ واقعہ ۲۶۰ھ کا ہے اس وقت سے لے کر آج تک وہ روپوش ہیں۔ ان کی تشریف آوری کی مختلف تاریخیں وقتاً فوقتاً مقرر کی جاتی رہیں لیکن امام تشریف نہ لائے۔ شیعہ حضرات صدیوں تک مغرب کے وقت اس مزعومہ غار کے دہانے پر اکٹھے ہوتے رہے فریادیں کرتے رہے۔ منتیں مانتے رہے لیکن بے سود۔

اُمت کی بربادی کا ذمہ دار کون؟

ہمیں ان کے اس عقیدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ جو چاہیں عقیدہ اختیار کریں کیونکہ ہر شخص کو اپنے عقیدہ کی جزا و سزا کا خود ہی متحمل ہونا ہے لیکن یہ سوچنے کا حق تو ہمیں بہر حال ہے کہ جن اغراض عالیہ اور مقاصد رفیعہ کی تکمیل منصوص اور معصوم خلیفہ کا بالفصل وجود لازمی قرار دیا گیا تھا۔ تقریباً گیارہ صدیوں سے امام غائب ہیں۔ کیا ان اغراض و مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہے۔ جن نصوص کا سہارا لے کر اس عقیدہ کی عمارت تعمیر کی گئی تھی کیا وہ اب منسوخ یا معطل ہو چکی ہیں اتنے اہم اور ضروری کام کو قدرت نے یوں مسلسل کیوں نظر انداز کر رکھا ہے۔ ان کی غیر موجودگی میں اُمت گمراہی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ایک امام منتظر امت مسلمہ کی خستہ حالی کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روٹھے بیٹھے ہیں۔ ہمیں تو کتھی سلجھتی نظر نہیں آتی۔

امام منصوص کیوں؟

پھر غور طلب امر یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک منصوص اور معصوم امام کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا کام ادھورا اور نامکمل چھوڑا تھا جس کی تکمیل کے لیے سیدنا علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی کمی رہ

گئی تھی (العیاذ باللہ) جس کی تکمیل سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے کی۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تکمیل کرنے کے بعد شریعت مطہرہ کا محل مضبوط بنیادوں پر تعمیر کرنے کے بعد رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس کی تصدیق خود رب السموات والارض نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدان عرفات میں یہ آیت کریمہ نازل کر کے فرما دی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

یہ دین قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے باقی رہا ہر لحظہ پھیلتی ہوئی اسلامی دنیا میں اس کا نفاذ، ہر داخلی انتشار اور بیرونی یلغار سے اس کا تحفظ، یہ اُمت کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور جس کو وہ موزوں اور اہل خیال کرے، یہ خدمت انجام دینے کے لیے اس کو منتخب کرے اگر وہ عزم ویقین کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا رہتا ہے تو فبہا ورنہ اس کو معزول کر کے کسی دوسرے شخص کو یہ خلعت سپرد کی جا سکتی ہے۔

اگر ایران کے شیعہ ایک نظام کے نفاذ کے لیے خمینی کو اپنا راہنما و امام مقرر کر لیتے ہیں بقول ان کے وہ اس کی قیادت میں شہنشاہی کی لعنت سے نجات حاصل کر لیتے ہیں اور اسلامی بنیادوں پر ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے کا آغاز کر سکتے ہیں۔ حالانکہ خمینی کی امامت کسی نص سے بھی ثابت نہیں وہ معصوم بھی نہیں اور ابھی امام منصوص منتظر غار میں ہی قیام فرمائیں اگر آجکل ایک شخصیت امام کی غیر موجودگی میں یہ کارنامہ انجام دے سکتی ہے تو ۲۶۰ھ سے لے کر ۱۳۹۹ھ تک اسلامی معاشرہ اتنا منجمد اور اپاہج تھا کہ ان میں کوئی مددگار اس فریضہ کو انجام دینے کے لیے ظاہر نہیں ہوا دل اس کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

نظریہ اہلسنت واقعات کی روشنی میں اگر ان آراء وافکار کا وقت نظر سے تجزیہ کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ تقرر خلیفہ کے بارے میں جمہور امت (اہلسنت) کا نظریہ ہی صحیح ہے۔ دین فطرت کے اصول وقواعد اسی کی تصدیق کرتے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی امامت

سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایک کتاب مبین ایک جامع نظام حیات اور ایک نوخیز مملکت عطا فرمائی جس میں پھیلنے کی بے پناہ قوتیں موجود تھیں۔ جس مقصد گرامی کی تکمیل

کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث فرمایا تھا اس کی تکمیل ہو چکی تھی۔ رفیق اعلیٰ کی طرف رجوع کرنے کی گھڑی قریب آرہی تھی۔ بظاہر مصلحت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیتے حضور جسے بھی مقرر فرما دیتے سب صدق دل سے اسے قبول کر لیتے۔ لیکن ایسا کیا جاتا تو سیاست کی سنگلاخ اور اداس وادیوں میں روح پرور تبدیلیوں اور خوش آئند انقلاب کے جو گلشن نگاہ مصطفوی نے سجائے تھے ان کا حسن ماند پڑ جاتا۔ بعد میں جس عمل کو سند بناتے ہوئے ہر حاکم جس کو چاہتا اپنا جانشین بنا لیتا۔ یوں جمہوریت کی روح نشوونما پانے سے پہلے ہی کچل دی جاتی اس لیے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر بلکہ ساری نوع انسانی پر کرم فرماتے ہوئے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ لیکن ایسے ارشادات ضرور فرما دیے جن سے ہر ذی شعور فہم حضور کا مدعا باآسانی سمجھ سکتا۔ چنانچہ آخری علالت میں جب نقاہت زیادہ ہو گئی اور مسجد میں جا کر امامت کرنا مشکل ہو گیا تو کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مُرُوا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ[1]

یعنی ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت صدیقہ نے عرض کی یا رسول اللہ ابو بکر بڑے نرم دل ہیں جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو اُن پر گریہ و رقت طاری ہو گی اور لوگ ان کی قرارت کو نہ سن سکیں گے۔

قَالَ مُرُوا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ .

حضور نے بڑی سختی سے حکم دیا کہ ابو بکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضورؐ کے اس ارشاد سے اہل فہم کے لیے یہ سمجھنا دشوار نہ رہا کہ اس موقع پر صدیقؓ کو خصوصی طور پر اپنے مصلیٰ پر کھڑا کرنا اور تمام حلقہ بگوشان اسلام کو جن میں سیدنا علی اور خاندانِ بنی ہاشم کی دوسری عظیم المرتبت ہستیاں بھی تھیں ان سب کو آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا حکم دینا اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ نیابت ایک دفعہ یا دو دفعہ نہیں بلکہ حضور کی موجودگی میں سترہ نمازوں میں آپ نے امامت کرائی اور حضور اس منظر کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے ہی مروی ہے۔

لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ

---

[1] بخاری شریف باب الاذان جلد اوّل۔

اَبِی بَکْرٍ وَ قَالَ ائْتِنِیْ بِکَتِفٍ حَتّٰی اَکْتُبَ لِاَبِیْ بَکْرٍ کِتَابًا لَا یُخْتَلَفُ عَلَیْهِ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِیَقُوْمَ فَقَالَ اجْلِسْ اَبَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَنْ یَّخْتَلِفَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ۔ (طبقات ابن سعد)

ترجمہ:۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو حضورؐ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ کندھے کی ہڈی لے آئیں تاکہ ابوبکرؓ کے لیے لکھ دوں تاکہ کسی کو مجال اختلاف نہ رہے۔ عبد الرحمٰن اُٹھنے لگے تو (حضورؐ نے فرمایا) بیٹھ جاؤ لکھنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اور مسلمان انکار کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ کے بارے میں اختلاف کیا جائے۔

آخر وہ جان فرسا لمحہ آہی گیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوں کو سوگوار، روحوں کو بے قرار اور دیدہ ہائے شوق کو اشکبار چھوڑ کر عالم فانی سے منہ موڑ کر عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے لیے یہ لمحے قیامت سے کم نہ تھے جس کو ایک لمحہ دیکھے بغیر اُن کو قرار نہیں آتا تھا کیا وہ روئے زیبا انہیں پھر کبھی نظر نہ آئے گا۔ یہ تصوّر کر کے وہ کانپ جاتے۔ ان کے دلوں پہ کلہاڑے چلنے لگتے۔ بعض اپنے ہوش و حواس بھی فرطِ غم سے کھو بیٹھے تھے۔

رحلت پیغمبرؐ کے وقت ابوبکر صدیق کہاں تھے؟

سُنح نامی مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں رہائش پذیر تھے۔ بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ اس روز حضور کا مزاجِ گرامی سنبھلا ہوا تھا۔ آپ سُنح چلے گئے۔ چاشت کے وقت سانحہ ارتحال پیش آیا۔ ایک صحابی دوڑتے ہوئے گئے اور جا کر آپ کو اس رُوح فرسا حادثہ کی اطلاع دی۔ آپ فوراً واپس لوٹے وہاں پہنچے تو دیکھا صحابہ کی حالت غیر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خصوصاً اپنے آپ میں نہیں۔ حجرہ مبارکہ میں حاضر ہوئے جہاں رحمت عالم کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا۔ چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی، جبینِ سعادت پر بوسہ دیا۔ دل نیاز کیش کی طرف سے بارگاہِ جمالِ مصطفوی میں ہدیہ نیاز و عقیدت پیش کیا اور باہر آگئے صحابہ کے مجمع میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس سے صحابہ کرام کو کچھ صبر و قرار نصیب ہوا۔ دین کے غیر محفوظ مستقبل کے بارے میں جو اندیشے انہیں پریشان کر رہے تھے ان میں تخفیف ہو گئی۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مشورے اسی اثنا میں (جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما چکے) ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا جس نے آکر یہ خبر سنائی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہیں اور وہ سعد بن عبادہ (رئیس قبیلہ خزرج) کو اپنا امیر بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ سب ان کی بیعت کرنے والے ہیں۔

گلشن اسلام کی حفاظت کا پہلا مرحلہ اس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے۔ اب آپ ہی بتائیے کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر بھی وہاں بیٹھے رہتے اور سقیفہ میں نہ جاتے اور انصار کو اپنی من مانی کرنے دیتے اگر اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا جاتا اور حضرت سعد کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اس کے نتائج کتنے تباہ کن ہوتے شاید آپ میں یہ ہمت ہو کہ آپ بادِ صرصر کے تند جھونکوں کو گلشن اسلام کی بیخ کنی کی اجازت دے دیں اور اس منظر کا بخوشی مشاہدہ کرتے رہیں۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ یقیناً ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ باغ ان کے محبوب کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگایا تھا۔ اپنے خونِ ناب سے اپنے پاک آنسوؤں سے اس کی آبیاری کی تھی اور اسے جوان کیا تھا اپنے مرشد کی معیت میں انہوں نے بھی اپنی زندگیاں، اپنی توانائیاں اور جملہ صلاحیتیں اس دین حق کو پروان چڑھانے میں صرف کی تھیں ان کا ایمان انہیں مجبور کر رہا تھا۔

یہاں مت بیٹھو بلکہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس خطرے کے مقام پر پہنچو جہاں نوزائیدہ اسلام کو خطرہ درپیش ہے۔ اسلام سے قلبی تعلق اور اپنے آقا سے جو عہدِ وفا انہوں نے باندھا تھا دونوں کو کشاں کشاں وہاں لے گیا۔ آپ کا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ آپ اپنی خلافت کی بیعت لوگوں سے لیں۔ آپ نے تو ایک فتنہ کی آگ اٹھنے کی وحشت ناک خبر سنی تھی۔ اس کو بجھانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ حالات نے اچانک ایسا رُخ اختیار کیا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا کہ آپ لوگوں کی بیعت کو قبول کریں۔ ایک لمحہ کی تاخیر کوئی محشر بپا کر سکتی تھی۔

صحابہ پر الزام چودہ صدیوں کے بعد آج صحابہ اکرام کے پاک دامن پر یہ الزام لگانا کہ آپ حضور کو یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ انہیں خلافت کا لالچ تھا۔ حضور سے محبت نہ تھی۔ یہ الزام انتہائی غیر ذمہ دارانہ ہے جس نے اپنا تن من، دھن سب کچھ اپنے ہادیٔ برحق کے قدموں پر نثار کر دیا ہو۔ جس نے ہر پرخطر موقع پر اپنے آقا علیہ السلام کا ساتھ دیا ہو، دنیا کی محبت میں کوئی بھی جس کے صدق و وفا کا مقابلہ نہ کر سکتا ہو ایسی ہستی کے بارے

میں اس قسم کا تصور بھی پیدا ہو تو اسے شیطان کی وسوسہ اندازی یقین کرنا چاہیے۔

سقیفہ بنی ساعدہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کچھ ہوا۔ حالات نے جس تیزی سے کروٹ لی اور اس پر جو انمٹ نتائج مرتب ہوئے۔ ان کی تاریخی اہمیت ناقابل انکار ہے اور اس تاریخی حیثیت نے اس واقعہ کو ایک چیستان بنا کر رکھ دیا۔ طرح طرح کی روایات کا ایک طومار ہے۔ جس میں حق کو باطل سے جدا کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہاں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتے ہوئے ہم آگے بڑھیں گے۔ ہر قول و حکایت کو روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھیں گے تاکہ حقیقت کا رُخ زیبا نکھر کر سامنے آجائے۔ (رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا)

قابل غور حقیقت

اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے ایک حقیقت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ہر زمانہ کا تالیف و تصنیف کا انداز جدا جدا ہوتا ہے۔ اگر ان خصوصیات کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ تو ان کتب سے صحیح استفادہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دیگر علوم کی کتب کی طرح تاریخ کی کتب جو مختلف زمانوں میں مرتب کی گئیں۔ ان کا اسلوبِ نگارش بھی جدا جدا ہے۔ آجکل تاریخ کی کتب لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک واقعہ کے بارے میں مختلف اقوال مروی ہوں تو مصنف ان میں سے اپنا پسندیدہ قول نقل کر دیتا ہے اور دیگر اقوال نقل کرنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتا۔ لیکن قدیم مورخین کا یہ اسلوب نہ تھا۔ انہیں ایک ایک واقعہ کے بارے میں جتنے اقوال ملتے وہ ان سب کو ضبط تحریر میں لاتے اور اس کو وہ اپنی علمی دیانت سمجھتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر روایت کی سند بھی بتمامہ نقل کر دیتے اور قاری سے یہ توقع رکھتے کہ وہ خود فیصلہ کرلے کہ ان میں سے کون سا قول صحیح ہے اور کون سا غلط۔ ہمارے ہاں لوگ جو آجکل کے مورخین کی تصنیفات کے مطالعہ کے عادی ہیں وہ اس صورت حال سے واقف نہیں جو وہ کسی کتاب میں دیکھتے ہیں اسے مصنف کے سر تھوپ دیتے ہیں کہ طبری نے اپنی تاریخ میں یا ابن اثیر نے الکامل یا ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یوں لکھا ہے۔ بیشک لکھا ہے لیکن ساتھ اس کی سند بیان کر کے اس نے اپنی مورخانہ ذمہ داری پوری کر دی۔ اب یہ فرض ہم پر عائد ہوتا ہے کہ ہم سوچیں اور صحیح و سقیم میں امتیاز کریں۔

واقعات سقیفہ

اب چلئے ہم آپ کو سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف لے چلتے ہیں وہاں جو واقعات رونما ہوئے ان کے بارے میں مختلف روایات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔ پھر آپ کی عقل سلیم کو زحمت دیں گے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ ان میں سے کون سی

بات قابل اعتماد ہے۔

خلاصہ روایت طبری

پہلے آپ کی خدمت میں طبری کی اس روایت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جس کی ابتدا انہوں نے یوں کی۔

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ مِخْنَف۔ یعنی یہ واقعہ بیان کیا ہم سے ہشام بن محمد نے اس نے ابومخنف سے روایت کیا۔ (جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی شرکت کی۔ بیماری کے باعث اپنے بیٹے کو اپنا متکلم بنایا۔ تقریر میں انصار کی خدمات کے طویل تذکرے بعد بتایا کہ انصار خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضورؐ ان کی خدمات سے ہمیشہ خوش ہوئے اور جب یہاں سے رخصت ہوئے تو بھی ان سے خوش تھے۔ سب نے ان کی تائید کی اور فیصلہ کن انداز میں کہا ہم تمہیں اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ ابھی گفتگو کا سلسلہ شروع تھا کہ اس امکان پر بحث چھڑ گئی کہ اگر مہاجرین نے اسے نہ مانا تو پھر کیا ہوگا۔ بعض نے کہا اس صورت میں ہم کہیں گے اذا منا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے سعد نے سن کر کہا یہ پہلی کمزوری ہے۔ ایک آدمی بھاگا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا اور سقیفہ کے حالات سے آگاہ کیا۔ بڑی سرعت سے دونوں ادھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابوعبیدہ بھی مل گئے ان کو بھی ہمراہ لے لیا وہاں پہنچے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تقریر کرنا چاہی لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے مجھے کچھ کہہ لینے دو۔ آپ نے مہاجرین کے حقوق کا تذکرہ کیا۔ انصار کے مناقب بھی بیان کیے آخر میں فرمایا فنحن الامراء وانتم الوزراء۔ یعنی ہم مہاجرین امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر ہو۔ یہ سن کر حضرت حباب بن منذر اٹھ کھڑے ہوئے اور گویا ہوئے۔ انہوں نے انصار کو خوب اکسایا کہ وہی امامت کے مستحق ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں۔ یہ شہر ان کا ہے۔ ان زمینوں، باغات کے وہ مالک ہیں۔ یہاں تعداد میں زیادہ ہیں ..... مہاجرین غریب الدیار ہیں تم نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی اور اگر یہ اقتدار میں حصہ دار بننے پر اصرار کریں تو منا امیر و فیھم امیر۔ تو پھر ایک امیر ہم میں سے اور ایک ان میں سے۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا دو[۲]

تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ بخدا اہل عرب تمہاری امامت کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے جبکہ ان کے رسولؐ قریش سے ہیں۔ حضرت حباب پھر اُٹھے اور انصار کو مہاجرین کے خلاف خوب بھڑکایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مہاجرین نے تمہارے اس دعویٰ کو تسلیم نہ کیا تو انہیں مدینہ طیبہ سے جلا وطن کرا دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواباً دھمکی دی۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا یامعشر الانصار انکم اول من نصر وآزر فلا تکونوا اول من بدل وغیر اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد اور اعانت کی پس اب اس کو تبدیل کرنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا آغاز تم سے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سُن کر بشیر بن سعد کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ہم نے جو خدمات انجام دی ہیں ہم اس سے دنیاوی مفاد ہرگز حاصل کرنا نہیں چاہتے ہمارا ارادہ تو فقط یہ ہے کہ ہمارا پروردگار ہم پر راضی ہو جائے اور حضورؐ کے حکم کی اطاعت کی توفیق مل جائے۔ یہاں یہ بھی ذکر کیا کہ اوس نے خزرج کی برتری سے بچنے کے لیے آپؐ کی بیعت کی۔

دوسری روایت

انہی دو صاحبان (ہشام اور ابی مخنف) نے ایک دوسری روایت میں کہا ہے کہ حضرت سعد اپنی ہٹ پر پکے رہے اور کہا بخدا میں بیعت نہیں کروں گا جب تک میری ترکش کا آخری تیر بھی ختم نہ ہو جائے۔ یہاں یہ بھی مذکور ہے۔

وکان سعد لا یصلی بصلوتھم فلا یجمع معھم یحج و لا یفیض معھم [1]

ترجمہ:۔ یعنی سعدؓ مسلمانوں کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھتے تھے نہ اُن کے ساتھ جمعہ ادا کرتے حج کرتے تھے لیکن اُن کے ساتھ افاضہ نہ کرتے۔

ایک غلطی کا ازالہ

ان روایات کے مطالعہ سے قارئین کے دل میں انصار کے بارے میں بالعموم اور حضرت

---

[1] تاریخ طبری ابن جریرؒ صـ۲۱۰ جلد ۳

سعد بن عبادہؓ اور حباب بن منذرؓ کے بارے میں بالخصوص طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہو جانا بعید از قیاس نہیں یعنی سب صحابہ اقتدار کے بھوکے تھے۔ اس لیے وہ مرنے، مارنے پر آمادہ ہو گئے حباب بن منذرؓ نے مہاجرین کو مدینہ طیبہ سے باہر نکال دینے کی بار بار دھمکیاں دیں اور اپنی قوم کو ان کے خلاف خوب بھڑکایا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے بھی پورا پورا زور لگایا کہ وہ خلیفہ بن جائیں اور جب اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو ساری عمر الگ تھلگ بسر کر دی۔ غصہ اور ناراضگی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرنے کا اور جمعہ پڑھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ قبیلہ اوس نے بے شک حضرت ابوبکر کی بیعت کی لیکن اس لیے نہیں کہ وہ اس منصب جلیل کے اہل ہیں بلکہ بنو خزرج کے حسد کے باعث انہیں یہ گوارہ نہ تھا کہ خلافت کا منصب انہیں ملے۔ اسی طرح کئی وسوسے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر صورتِ حال درحقیقت ایسی ہی تھی تو پھر اُن لوگوں کو تلاش کرنے میں ہماری مدد کیجیے جن کے مناقب رفیعہ اور اوصاف جمیلہ سے قرآن کے صفحات بھرے پڑے ہیں، جن کی للّٰہیت، جن کی خدا شناسی، جن کے جذبہ ایثار و خلوص پر نہ صرف اُمّت مسلمہ کو بلکہ پوری انسانیت کو ناز ہے۔

ابن جریرؒ

جو اہل علم، علامہ ابن جریرؒ اور اُن کے ہم عصر مؤلفین کے انداز تالیف کو جانتے ہیں وہ اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار بھی نہیں ہوتے۔ انہیں علم ہے کہ ابن جریرؒ نے اس روایت کو سند کے ساتھ ذکر کیا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُن راویوں کے بارے میں تحقیق کریں کہ اُنکی مرویات پر کہاں تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اس روایت کے پہلے راوی ہشام بن محمد ہیں۔ یہ کون ہیں اور اُن کے استاد مکرم ابو مخنف کون بزرگوار ہیں۔ یہ اگر علم ہو جائے تو غلط فہمی کی بدلیاں از خود چھٹ جائیں گی اور حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

حافظ شمس الدین الذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں لکھتے ہیں کہ اُن کا پورا نام ہشام بن محمد بن السائب الکلبی ہے۔ حضرات علماء جرح و تعدیل نے ان کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنَّمَا کَانَ صَاحِبُ سَمَرٍ وَّ نَسَبٍ مَا ظَنَنْتُ اَنَّ

اَحَدًا یُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ الدَّارَقُطْنِی وَغَیْرُہٗ مَتْرُوْکٌ قَالَ ابْنُ عَسَاکِرٍ رَافِضِیٌّ لَیْسَ بِثِقَۃٍ۔[1]

ترجمہ:۔ یعنی امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں کہ وہ قصہ گو اور نسب بیان کرنے والا تھا۔ میں خیال نہیں کرتا کہ کوئی شخص اس سے حدیث روایت کرتا ہے اور دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ ابن عساکر کی رائے ہے کہ وہ رافضی (شیعہ) ہے غیر ثقہ ہے۔

اب اُن کے استاد کے بارے میں سُنیئے۔

وَقَدْ کَانَ شِیْعِیًّا وَھُوَ ضَعِیْفٌ عِنْدَ الْاَئِمَّۃِ۔

ابو مخنف کا نام لوط بن یحیٰی ہے۔ یہ شیعہ تھا۔ ائمہ فن (حدیث) کے نزدیک یہ ضعیف المحدث ہے۔ جس روایت کے دو راوی اس قسم کے ہوں وہ روایت کیونکر قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔

ابن جریر کی حقیقت پر مبنی روایت

اسی کتاب تاریخ طبری کے ص۱۹۹ پر ایک دوسری روایت ہے جو صورت حال کا بالکل نیا نقشہ پیش کرتی ہے۔

روایت کی ابتدا میں تقریباً وہی حالات مذکور ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کی خبر ملی تو آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہؓ کی معیت میں فوراً وہاں پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مجمع سے خطاب فرمانا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود اپنی تقریر شروع فرما دی۔ آپ نے اپنے اس خطاب میں انصار کے حق میں جو آیات نازل ہوئی تھیں اور جو ارشادات حضور کی زبان فیض ترجمان سے نکلے تھے انہیں ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر سارے لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی کو اختیار کر دوں گا۔

لَقَدْ عَلِمْتَ یَا سَعْدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَنْتَ قَاعِدٌ قُرَیْشٌ وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّھِمْ وَفَاجِرُھُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِھِمْ۔

---

[1] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ص۱۹۱ جلد سوئم۔

ترجمہ:۔ اے سعد! تم خوب جانتے ہو۔ تم اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ خلافت کے حقدار قریش ہیں۔ نیک لوگ قریش کے نیک لوگوں کے فرمانبردار ہوں گے۔ اور بدکار لوگ قریش کے بدکاروں کے تابعدار ہوں گے۔

یہ سنتے ہی حضرت سعد کو ہوش آگیا اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ آپ نے کہا۔
صَدَقْتَ فَنَحْنُ الْوُزَرَآءُ وَ اَنْتُمُ الْاُمَرَآءُ[1]

اے ابوبکر جو قول رسالت مآب تونے سنایا ہے یہ سچا ہے۔ میں اپنے دعویٰ سے دستکش ہوتا ہوں تم امراء ہو، اور ہم تمہارے وزراء ہیں۔

علامہ ابن جریرؒ کی اس روایت پہ غور فرمائیں گے تو یقیناً دل میں پیدا ہونے والے تمام خدشات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ اس میں نہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی دھمکیاں ہیں اور نہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ہٹ دھرمی اور ضد کا کہیں ذکر ہے۔ ابتداء میں انصار کو یہ خیال گزرا کہ وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں اس لیے یہ اجتماع انعقاد پذیر ہوا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بروقت مداخلت سے یہ شرر شعلہ بننے سے پہلے ہی بجھ گیا جب انصار نے اور حضرت سعد بن عبادہ نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سنا کہ خلیفہ قریشی ہونا چاہیے اسی وقت وہ اپنے ہر قسم کے مطالبہ سے دست بردار ہو گئے۔ نہ تو تو نہ میں میں، نہ کوئی جھگڑا نہ اظہار انانیت۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے بڑی جانفشانیوں سے جو امت تیار کی تھی اس سے اسی قسم کے رویہ کی توقع کی جا سکتی تھی، جس امت کے سر پر خود خداوند عالم نے خیر الامم کا تاج سجایا اس کی یہی شان ہونی چاہیے تھی جس امت کی تعریف میں قرآن کے صفحات جگمگا رہے ہیں اس کے بغیر کسی چیز کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن خلدون کی تائید

علامہ ابن خلدون نے بھی اس رائے کی بایں الفاظ تائید کی۔
لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَانَ اَمْرُ السَّقِیْفَۃِ کَمَا

---

[1] تاریخ طبری ابن جریر ص ۱۹۹ جلد سوئم

قَدَّمْنَاهُ اَجْمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ عَلٰی بَیْعَةِ اَبُوْبَکْرٍ وَلَمْ یُخَالِفْ اِلَّا سَعْدٌ اِنْ صَحَّ خِلَافُهٗ فَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلٰی شُذُوْذِہٖ [1]

ترجمہ :۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحلت فرمائی اور سقیفہ کا واقعہ کا واقعہ ہوا جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے تو تمام مہاجرین اور تمام انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیا اور سعد کے بغیر کسی نے مخالفت نہیں کی بشرطیکہ سعد کا اختلاف کسی صحیح سند سے ثابت ہو جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی تائید

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہی روایت اپنی مخصوص سند کے ذریعہ سے نقل کی ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار کی تعریف کرنے کے بعد حضرت سعد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتَ یَا سَعْدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَنْتَ قَاعِدٌ قُرَیْشٌ وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّھِمْ وَفَاجِرُھُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِھِمْ فَقَالَ لَہٗ سَعْدٌ صَدَقْتَ نَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْاُمَرَاءُ۔

ترجمہ :۔ اے سعد تم خوب جانتے ہو اتم اس وقت بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کے حقدار قریش ہیں، نیک لوگ قریش کے نیک لوگوں کے فرمانبردار ہوں گے اور بدکار لوگ قریش کے بدکاروں کے تابعدار ہونگے پس حضرت سعد نے فرمایا ابوبکرؓ آپ نے سچ فرمایا تم ہمارے امراء ہو ہم تمہارے وزراء۔

طبقات ابن سعد میں جو روایت ہے اس میں بھی ان امور کا تذکرہ تک نہیں جو ہشام اور ابو مخنف کی مہربانی سے اس روایت کا حصہ بن گئے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی بالاتفاق بیعت

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج نے، نیز جو مہاجرین وہاں

---

[1] تاریخ ابن خلدون ص ۸۵۶ جلد سوئم۔

[2] مسند امام احمد بن حنبل ص

جمع ہو گئے تھے ان سب نے حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر خلافت کی بیعت کر لی پھر آپ مسجد نبوی میں واپس آئے، جن لوگوں نے سقیفہ میں بیعت نہیں کی تھی، انہوں نے یہاں حاضر خدمت ہو کر بیعت کا شرف حاصل کر لیا۔ اس طرح حضرت سیدنا صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور اُمت مسلمہ کے سربراہ چن لیے گئے۔ اس طرح سیاست کے میدان میں جن انقلاب آفریں تعلیمات کا ذکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا آج وہ لباس مجاز میں دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

بیعت علی المرتضیٰ حقیقت کے آئینے میں

ایسی تمام روایات جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کے خلاف ہیں، ہر وہ شخص جو حُبِ اہلبیت و صحابہ کرام کو روح ایمان خیال کرتا تھا۔ سن کر ذہنی تزلزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت حال سے باخبر ہونا چاہتا ہے۔ آئیے اب ان حقائق کا مشاہدہ کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا اصل پس منظر کیا ہے۔

ابن جریر کی حقیقت پر مبنی روایت

علامہ ابن جریر نے تاریخ طبری میں نقل کیا ہے۔

عن حبیب بن ابی ثابت قال کان علی فی بیته اذاتی وقیل له قد جلس ابوبکر للبیعة فخرج فی قمیص ماعلیه اذار ولا رداء عجلا کراهیة ان یبطئ عنها فی بایعه ثم جلس الیه و بعث الی ثوبه فاتاه فتجلله ولزم مجلسه [1]

یعنی حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے عرض کی کہ حضرت ابوبکر صدیق بیعت لینے کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اس وقت آپ نے لمبی قمیص زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ جلدی اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہیں ایسا نہ ہو بیعت کرنے میں تاخیر ہو جائے (مسجد میں) آکر بیعت کی اور وہیں بیٹھ گئے۔ کسی آدمی کو کپڑے لانے کے لیے بھیجا وہ گھر سے کپڑے لے آیا۔ آپ نے انہیں پہن لیا اور اسی مجلس میں تشریف فرما ہو گئے۔

وصعد ابوبکر المنبر ونظر فی وجوه القوم ولم یر الزبیر قال دعا الزبیر فجاء۔ قال۔ قلت ابن عمه رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم وحواریه اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقام فبایعه۔ ثم نظر فی وجوه القوم ولم یر علیا فدعا بعلی بن

---

[1] تاریخ طبری جلد سوئم ص ۲۰۱

ابی طالب فجاء فقال فقلت ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ علی ابنتہ اردت ان تشق عصا المسلمین قال لا تثریب یاخلیفۃ رسول اللہ وبایعہ

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حاضرین میں اکابر قوم کا جائزہ لیا۔ حضرت زبیر نظر نہ آئے انہیں بلانے کے لیے آدمی بھیجا جب وہ آئے تو فرمایا اے اللہ کے رسول کی پھوپھی کے فرزند اور اللہ کے رسول کے صحابی کیا تم مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کی اے خلیفہ رسول ناراض نہ ہوں۔ آپ اُٹھے اور بیعت کر لی۔ حاضرین پر دوبارہ نظر دوڑائی۔ سیدنا علی دکھائی نہ دیئے آپ کی خدمت میں بلانے کے لیے آدمی بھیجا آپ فوراً تشریف لائے۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا اے اللہ کے رسول کے چچا کے فرزند اور اے حضور کے پیارے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو کمزور دیکھنا چاہتے ہیں آپ نے بھی جواب میں فرمایا اے خلیفۃ الرسول اس تاخیر پر ناراض نہ ہوں اُٹھے اور آپ نے بھی بیعت کر لی۔

علامہ ابن کثیر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وھٰذا حق فان علی بن ابی طالب لم یفارق الصدیق فی وقت من الاوقات ولم ینقطع فی صلوٰۃ من الصلوات خلفہ وخرج معہ الیٰ ذی القصۃ لما خرج الصدیق شاھرًا سیفہ یرید قتال اھل الردۃ۔ [۲]

ترجمہ:۔ یہی حق ہے کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ ایک لمحہ کے لیے بھی صدیق اکبر سے کسی وقت جُدا نہیں ہوئے۔ ساری نمازیں آپ کی اقتدا میں ادا کرتے رہے اور جب مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر تلوار لہراتے ہوئے نکلے تو علی المرتضیٰ آپ کے ساتھ تھے اور ذی القصہ کے مقام تک ساتھ رہے۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص۲۴۹

[۲] البدایہ والنہایہ جلد پنجم

حضرت علیؓ کا ابوبکرؓ کو امام بنانا

یہ امر تو حقیقتِ مسلمہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں ہی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور بقول شیعہ مجتہد اعظم (الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ) کے صدیق اکبر حضور کی موجودگی میں ۱۷ یوم تک تمام اصحاب حضور کی امامت کراتے رہے۔ کوئی اہل ایمان یہ تصور کیسے کر سکتا ہے کہ آپ جیسے امامت عطا فرمائیں اور فدایان مصطفےٰ کی مقدس جماعت میں سے کوئی انکار کر دے۔ نجومِ مصطفےٰ میں سے کسی کے متعلق ایسا گمان کرنا نبی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت میں عیب جوئی کرنے کے مترادف ہے اور پھر مصداق لحمک لحمی جسمک جسمی کے متعلق تو یہ گمان کرنا کہ شیر خدا لافتیٰ اس امامت صدیق کے انکاری تھے بہت بڑا ظلم ہے۔ آئیے ان حقائق کے متعلق غور کریں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی الحقیقت ابوبکر صدیق کی امامت کو تسلیم نہیں کیا اور کوئی نماز حضرت ابوبکر صدیق کی اقتدا میں پڑھی ہے یا کہ نہیں؟ اس تصفیہ طلب امر کا جواب ڈھونڈنے کے لیے ہم آپ کو شیعہ کتب کا طائرانہ نظارہ کراتے ہیں۔ چنانچہ مذہب شیعہ کی مشہور کتب احتجاج طبرسی، تفسیر قمی، مرآۃ العقول میں یوں لکھا ہے۔

دلیل ۱

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ [1]

ترجمہ:۔ پھر (حضرت علی المرتضیٰ) اٹھے اور نماز کے لیے تیاری کر کے مسجد میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اسی طرح شیعہ کا مشہور مستند ترجمہ مقبول کے ضمیمہ پر حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق لکھا ہے۔

دلیل ۲

"پھر وہ (حضرت علی المرتضیٰ) اٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔" [2]

---

[1] احتجاج طبرسی جلد اول ص ۹۴ مطبوعہ مشہد المقدس، تفسیر القمی جلد دوئم ص ۱۵۹ مطبوعہ نجف شریف، مراۃ العقول محمد باقر اصفہانی ص ۳۸۸ ۔ [2] مقبول ترجمہ ضمیمہ ص ۴۱۵

دلیل ۳۰

اور شیعہ مذہب کی مشہور اردو کتاب غزوات حیدری میں ہے۔

"بس بے اختیار اٹھے اور گزرے وقت سے بہت گھبرائے ناچار آں کر اقامت کہی اور جماعت اہل دین نے عقب ان کے صف باندھی، چنانچہ اس صف میں شاہِ لافتی بھی تھے۔"[۱]

تاجدارِ صداقت کی امامت کو کس طرح مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا۔ بعض حضرات جو بعض صحابہ میں اس قدر سرکش ہو چکے ہوتے ہیں یہ لاجواب دلائل جب اس کے سامنے پیش کیے جائیں تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تو آپ کا تقیہ تھا۔ آپ نے دل سے امامت صدیق تسلیم نہ کی تھی۔ بوجہ خوف کے ابوبکر صدیق کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ کتنا عظیم بہتان شیر خدا کی سیرت شجاعت پہ جن کے متعلق قرآن عظیم رطب للسان ہو۔

اس لیے اہل سنت کے نزدیک ایسی مقدس ہستی معظم کے لیے تقیہ (منافقت) ڈر خوف مجبوری گوشۂ تصور میں لانا بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ اسد اللہ علیہ السلام کے متعلق ایسے نظریات و افکار رکھنا مسلمانوں کا نہیں بلکہ منافقوں کا وطیرہ ہے۔

الخليفة الصديق

حضرت مولا علی المرتضیٰ کے دل میں حضرت ابوبکر صدیق کی جو محبت تھی اس کا اندازہ آپ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغہ ابن میثم سے لگا سکتے ہیں، جس میں حضرت کا ایک نوازش نامہ منقول ہے آپ لکھتے ہیں۔

وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتُ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الْخَلِیْفَةَ الصِّدِّیْقِ وَخَلِیْفَةَ الْخَلِیْفَةِ الْفَارُوْقِ وَلَعَمْرِیْ اِنَّ مَكَانَهُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَّاِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا[۲]

۱۔ غزوات حیدری ص ۶۲۷ ۲۔ شرح نہج البلاغہ علامہ ابن میثم بحرانی جزو ۳۱ ص ۴۸۶

ترجمہ:- خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوبکر صدیق رضؓ سب سے اسلام میں افضل اور اللہ و رسول کے لیے سب سے زیادہ مخلص وخیرخواہ تھے اور اس خلیفہ کے خلیفہ حضرت عمر فاروق بھی اسی طرح تھے جیسا کہ تو نے سمجھا میری عمر اس بات کی شاہد ہے کہ ان دونوں حضرات کا مرتبہ اسلام میں بڑا عظیم الشان تھا اور بے شک ان کی موت سے اسلام کو سخت صدمہ اور زخم پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرتا رہے اور ان کے احسن وبہترین اعمال کی ان کو جزا دے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی سے ہر شخص بخوبی اندازہ لگا سکے گا۔ کہ آپ نے زندگی بھر خلفائے رسول کے ساتھ کیسے تعلقات رکھے اور ان کے مدمقابل خلافت کے لیے کبھی اپنی ذات کو پیش نہ کیا۔ اُن کی خلافت کو آمریت نہ جانا بلکہ انہیں اسلام کے سچے سپاہی، محافظ دامین مانا۔ اُن کے دور خلافت کو سربلندیٔ اسلام کا دور قرار دیا اور اُن کے دورِ خلافت وامامت کی دلیل صداقت کے لیے اپنی "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" کی مصداق سیرت مقدس اور باہمی تعلقات کو اُمت کے سامنے پیش فرما کر تمام شکوک وشبہات کا دروازہ بند کر دیا۔ شیخین کے بارے میں آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ ان کی وفات سے اسلام کو گہرے زخم پہنچے اور ناقابلِ تلافی نقصان ہوا، اس امر کا غماز ہے کہ اب اُمت مصطفوی کو سیرت صدیقی، عدالتِ فاروقی کے حامل افراد کی تلاش ہی رہے گی جو نیابت مصطفوی حاصل کرنے کے باوجود ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتے کبھی اپنے آپ کو خلعتِ سلطانی میں دیکھنا پسند نہ کرتے۔ اسلام کو ایسے شخص کی جستجو دامن گیر رہے گی جن کی جنبش قلم سے دریا رواں ہو جائیں۔ جس کے ماتھے کے تیور اگر بدل جائیں تو قیصر وکسریٰ کے محلات ڈھل جائیں جس کی "سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ" کی چمک کو دیکھ کر شیاطین راستے بدل جائیں۔ جن کی ہیبت وجلال، رُعب، دبدبہ اور راہ حق میں جہاد کا یہ عالم کئی ہزار مربع میل تک توحید ورسالت کی صدائیں بلند ہونے لگیں جو شاہی محلات و شہانہ لباس میں زندگی کا سکون حاصل نہیں بلکہ سیرت نبوی کی روشنی میں تپتے صحراؤں میں قبضہ تلوار کے تکیے پر ہی آرام حاصل کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے یقیناً آپ اس فیصلہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک اسلام میں بہت بلند ہے۔

حضرت علی کی شادی اور ابوبکر صدیق (باہمی تعلقات)

بعض افراد جو مولائے کائنات اور صدیق اکبر کے درمیان ناخوشگوار خودساختہ واقعات بیان کرتے ہیں بڑے چست نظر آتے ہیں لیکن اُن کی جھوٹی اختراعوں کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت علی اور ابوبکر صدیق میں اس قدر یگانگت تھی کہ ہر خوشی واضطراب کے موقعہ پر یک جان دکھائی دیتے ہیں۔ آئیے ایسے ہی عقیدہ کے حامل افراد کی مشہور کتاب جلاء العیون میں ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

دو کف ازاں دراہم برگرفت و بابوبکر داد و فرمود بر و ببازار واز برائے فاطمہ بگیر آنچہ اورا درکار است از جامہ واثاث البیت۔ عمار بن یاسرؓ وجمعے از صحابہ از پے او فرستاد ہمگی در بازار در آمدند پس ہر یک از ایشاں چیزے را اختیار ے کردند بہ ابوبکر می نمودند و بمصلحت اومی خریدند۔[1]

جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے درہموں سے دو مٹھی بھر ابوبکر کے حوالے کی اور بازار جانے کا حکم فرمایا کہ سیدہ کی شادی کے لیے کپڑے اور سامان خرید لائیں۔ عمار بن یاسر اور صحابہ کی ایک جماعت ان کے ساتھ روانہ کی، یہ تمام حضرات بازار آئے پس ہر شخص جس چیز کو پسند کرتا حضرت ابوبکر صدیق کو دکھاتا تو صدیق اکبر کے مشورے اور صوابدید سے خرید کی جاتی تھی۔

مذکورہ بالا عبارت سے اہلبیت اطہار اور سیدنا ابوبکر صدیق کے باہمی تعلقات کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق مزاج شناس اہلبیت تھے اسی لیے تو صحابہ کرام چیزیں آپ کی پسند کی خریدتے کہ صدیق کی پسند اہلبیت اور بارگاہ مصطفوی کی پسند ہے اور شادی کے موقعہ کی خرید کے لیے ہمیشہ اپنوں کا انتخاب ہی کیا جاتا ہے۔

امام جعفر صادقؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ (نسبی تعلق)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہ امام برحق ہیں جنہیں حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت

---

[1] جلاء العیون باقر مجلسی ص ۵۵

نسبی پہ ہمیشہ فخر رہا کیونکہ سلسلہ نسب کے اعتبار سے امام جعفر صادق نواسۂ صدیق تھے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی تمام مشہور مستند کتب میں جو شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے وہ یوں ہے۔

"ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق، اُمہ" ام فروہ" بنت القاسم بن محمد ابن ابی بکر۔"[1]

اس کے علاوہ جلاء العیون، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، احقاق الحق اور صافی شرح اصول کافی میں بھی یوں بیان کیا گیا ہے۔

ومادرش ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر بود و مادر اُم فروہ اسماء دختر عبدالرحمن بن ابی بکر بود۔[2]

ترجمہ:- حضرت امام جعفر صادق کی والدہ ام فروہ تھیں جو حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے قاسم کی بیٹی (آپ کی پڑپوتی) تھیں اور امام جعفر صادق کی نانی حضرت اسماء تھیں جو حضرت ابوبکر صدیق کی پوتی تھیں۔

امام پاک کو حضرت صدیق سے نسبی تعلق کی بنا پر جو دلی محبت تھی اس کا اقرار شیعہ مذہب کی مشہور کتاب احقاق الحق میں آپ کے فرمان عالیشان سے یوں ہے۔

ابوبکر الصدیق جَدِّی هَلْ یَسُبُّ اَحَدٌ اٰبَاءَهٗ لَا قَدَّمَنِی اللّٰهُ اَنْ لَّا اُقَدِّمَهٗ۔

ترجمہ:- حضرت امام برحق نے فرمایا، ابوبکر صدیق میرے نانا ہیں کیا کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو گالی دینا پسند کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی شان و عزت نہ دے اگر میں صدیق اکبر کی عزت و عظمت کو نہ مانوں۔

آپ نے فرمایا میں تو اس نسب پہ فخر کرتا ہوں کیونکہ

وَلَدَنِی الصِّدِّیْقُ مَرَّتَیْنِ[3]

صدیق اکبر میرے دو طرح نانے بنتے ہیں یعنی میں دو طرح سے اولادِ صدیقؓ میں داخل ہوتا ہوں۔

---

[1] احتجاج طبرسی جلد دوئم ص۳۷۴ مطبوعہ مشہد المقدسہ

[2] صافی شرح اصول کافی ص۲۱۴، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص۲۲۲، جلاء العیون جلد دوئم ص۶۹۴ مطبوعہ طہران۔

[3] احقاق الحق ص۷۔

صدیق بزبان امام محمد باقرؒ

اہل تشیع جن کو اپنے مذہب میں پانچویں امام کا درجہ دیتے ہیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ آپ کے دل میں جو صدیق اکبر کی محبت تھی اس کا تذکرہ بھی شیعہ کی مشہور کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السُّيُوفِ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَقَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَيْفَهٗ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَّاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَّهٗ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَقَ اللهُ لَهٗ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔[1]

ترجمہ :۔ عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا کہ میں قبضہ تلوار کو چاندی سے آراستہ کر لوں تو امام محمد باقرؓ نے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں (کرلو) کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے آراستہ کیا تھا میں نے کہا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں (عروہ بن اللہ نے کہا) کہ آپ جوش میں آگئے اور قبلہ کی طرف رُخ کیا تو کہا۔ ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں۔ پس جو آپ کو صدیق نہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا میں اور آخرت میں سچا نہیں کرے گا۔

یہ ہے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ صداقت صدیق اکبر کے متعلق کیا کوئی اب بھی ائمہ کرام کی باتوں کو حجت فی الدین ماننے والا ایسا ہو گا جو صدیق اکبرؓ کو صدیق نہ مانے گا۔ اگر اب بھی دل سے بغض و عداوت کی چنگاریاں نہیں بجھیں تو پھر معلوم ہوا کہ آئمہ اکرام سے کوئی محبت نہیں بلکہ یہ جھوٹے اور فرسودہ دعوے ہیں۔ فقط لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ان کے نام پر اپنی دکانداریاں چمکائی جا رہی ہیں۔ پس پردہ محبت کے روپ میں عداوت ہے امام محمد باقر کے نزدیک تو امام صدیق کا عمل حجت فی الدین ہے اور منکرِ صدیق لعین و

---

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوئم صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ قم ایران

مردود ہے۔

افضلیت صدیقؓ بزبانِ امام محمد تقیؒ

اسی طرح حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت و عظمت کا اقرار فرمایا ہے۔ شیعہ کی مشہور و مستند کتاب احتجاج طبرسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

لَسْتُ بمنکر فضل عمر، وَلٰكِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ۔[1]

ترجمہ:۔ نہیں انکار عمرؓ کے فضائل سے لیکن ابوبکر صدیق کے فضائل عمرؓ سے زیادہ ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے جسے امام الانبیاء غار و بدر، قبر و حشر میں اپنی نیابت سے نوازیں اور ان کی اہل و آل ان فضائل سے منحرف ہو جائے۔ ائمہ اکرام تو صحابہ اکرام کے قدر دان تھے۔ انہیں علم تھا جب محبوبِ کریم پہ مصائب و آلام کے پہاڑ اپنوں بیگانوں کی طرف سے ٹوٹنے لگے تو اس خاکدانِ گیتی پہ ایک ابوبکر صدیق ہی تو تھے جو راہِ حق کے ہمسفر بنے رہے۔

حقیقتِ فدک

اہل اسلام کو جو اموال و املاک کفار سے حاصل ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

(i) مالِ غنیمت (ii) مال فئے

مال غنیمت اس کو کہتے ہیں جو لڑائی اور لشکر کشی کے بعد حاصل ہوا اور مال فئے اس کو کہتے ہیں جو بغیر لشکر کشی و جنگ کے صلحاً حاصل ہو۔ مالِ غنیمت اور مال فئی کی یہ تعریف متفقہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

فدک کے متعلق امت مسلمہ متفق ہے کہ فدک مال فئے میں سے تھا۔ اہل تشیع کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بغیر جنگ کے ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا شیعہ کے مشہور مصنف شرح نہج البلاغہ سید علی نقی یوں لکھتے ہیں۔

"اہل فدک نصف آں را وبقولے تمام را الصلح و آشتی نمودند"[2]

---

[1] احتجاج طبرسی جلد دوئم ص ۴۴۸ مطبوعہ مشہد المقدسہ

[2] فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ ص ۹۵۹

کہ اہل فدک نے ادھا فدک یا فدک کا تمام علاقہ بغیر لشکر کشی کے صلحاً حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔
یہاں تک تو مسئلہ حل ہو گیا کہ جو مال بغیر لڑائی کے قبضہ میں آئے وہ فئے ہے۔ فدک بغیر لڑائی و لشکر کشی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا لہذا مالِ فئے ہوا۔

احکامِ فئے

مال فئے کے احکام سورہ حشر میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ [1]

ترجمہ:۔ جو اموال فئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے رشتہ داروں کے لیے اور عام مسلمانوں میں سے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے اور فقرا مہاجرین اور انصار کے لیے اور ان کے بعد آنے والے خیر خواہ حاجتمند مسلمانوں کے لیے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ جو اموال فئے ہوں ان میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے۔ حضور کے رشتہ داروں کا امت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔
مال فئے میں ان تمام طبقات کو حصہ دار بنانے میں جو حکمت ہے اُسے ساتھ ہی بیان کر دیا تاکہ مال چند دولت مندوں میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔ بلکہ اس کی گردش کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو تاکہ دولت کی تقسیم سے ملت کے زیادہ سے زیادہ افراد مستفید ہوں۔

نظریہ اہلِ سنّت

اہلِ سنّت کا نظریہ یہ ہے کہ کیونکہ اموال فئے کے حق دار بہت سے اقسام کے لوگ

---

[1] پارہ ۲۸ سورہ حشر آیت ۷۔

ہیں ان کو متعین کر دینا ممکن نہیں۔ مثلاً آج ایک لڑکا یتیم ہے کل وہ بالغ ہو کر خوشحال ہو جائے گا۔ آج ایک شخص مسکین ہے کل وہ دولت مند بن جاتا ہے جب تک پہلا یتیم تھا دوسرا مسکین تھا۔ وہ ان اموال میں حصہ دار تھے آج ان کی جگہ دوسرے لوگ جو یتیمی اور غربت سے متصف ہیں وہ حصہ دار بن جائیں گے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فدک جنگ اور لشکر کشی کے بغیر مسلمانوں کے تصرف میں آیا اور مذکورہ آیت میں بیان کردہ حکم کے مطابق یہ کسی ایک شخص یا ایک خاندان کی ملکیت نہیں بلکہ اس میں مذکورہ بالا سارے لوگ حصہ دار ہیں۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی میں رونق افروز رہے۔ حضور اپنی نگرانی میں اس علاقہ کی آمدنی کو حقداروں میں تقسیم فرماتے رہے اور حضور کی رحلت کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان باغات اور زرعی اراضی کی نگہداشت اور اس کی آمدنی کی تقسیم آپ کے سپرد ہوئی آپ نے اپنے عہد خلافت میں حسبِ ارشاد خداوندی اور سنت نبوی اس فریضہ کو سرانجام دیا اور یہ سلسلہ حضرت فاروق اعظم اور بعد میں آنے والے خلفاءِ راشدین کے زمانوں میں بھی اسی طرح جاری رہا۔ خلفائے راشدین کا یہ عمل حقیقت میں ارشاد خداوندی کی تعمیل تھی اور سنت نبوی کی صحیح معنوں میں اطاعت تھی۔ اس دور مقدس میں اُن پر کسی قسم کا الزام بہتان وارد نہ ہوا۔ اس لیے کہ انہوں نے سنت محمدی سے سرِمو انحراف نہ کیا۔

مخالفین کا نظریہ

شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ فدک جو مال فئ ہے یہ حضور کی ذاتی ملکیت تھی۔ حضور کی رحلت کے بعد اس کی وارث صرف حضرت سیدہ تھیں اور شیخین نے اُن کو فدک کی اراضی سے محروم کر کے حضور کی لختِ جگر پر بڑا ظلم کیا اور ان کی حق تلفی کی۔

یہاں آپ خود انصاف کریں کہ ایک طرف فیصلہ قرآنی ہے کہ فئ کے مصارفین میں پانچ حصے ہیں اور اگر ایک لمحہ کے لیے یہ مان بھی لیا جائے (اگرچہ ایسا ماننا حکم خداوندی کی کھلی نافرمانی ہے) کہ فدک حضور کی ملکیت تھا اور وصال کے بعد ان املاک کی حیثیت ایسی تھی جو وارثوں میں تقسیم کی جاتی تو پھر بھی وراثت کا حق سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کو کیسے پہنچتا ہے امہات المومنین اور دیگر ورثاء بھی شریک ہوں گے۔ صرف سیدہ کو وارث تسلیم کرنا اور باقی ورثاء کو محروم کر دینا متعدد آیات قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے اور ہم سیدہ کے بارے میں اس قسم کا تصور

تک نہیں کر سکتے ۔

پھر کہا جاتا ہے کہ حضور نے اپنی حیات طیبہ میں فدک اپنی بیٹی سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کو ہبہ کر دیا تھا اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اب غور فرمائیں بارگاہ رسالت میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضورؐ نے باقی تمام ورثاء کو محروم کرنے کے لیے فدک اپنی حیات طیبہ میں ہی حضرت سیدہ کو دے دیا اور دوسرے ورثاء کو محروم کر دیا۔ ذرا سوچئے آج کل اگر ایسے کوئی کرے تو اس کے اس عمل کو انتہائی مذموم، ظلم قرار دیا جاتا ہے۔

وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو آیا ہی ظلم و زیادتی کو مٹانے کے لیے تھا جو آیا ہی عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تھا اس کی آمد کی برکت سے ٹوٹے ہوئے دل جڑ گئے۔ خاندانی عداوتوں کے آتشکدے گلزار بن گئے۔ آپ کے متعلق تو یہ گمان کرنا بھی انتہائی ضلالت و کمینگی ہے، اہلبیت اطہار کی محبت کا روپ دھار کر عزت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گھناؤنے اور مذموم حملوں کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

آمدن و حدود فدک

فدک کا علاقہ جو بطور فئی حضورؐ کے تصرف میں آیا، کوئی معمولی سا علاقہ نہ تھا یہ ایک وسیع و عریض خطہ ہے جس میں زرخیز میدان، شاداب باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ملاں باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی)، اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اس کا ہوتا ہے۔ صاحب تشئید المطاعن نے مزید ابو داؤد کے حوالے سے لکھا ہے۔

"کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔"[1]

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملاں باقر مجلسی نے نقل کیا ہے۔ کہ ہارون رشید کے سامنے "امام موسیٰ کاظم نے فدک کی حدود بیان کرتے ہوئے فرمایا فدک کی

---

[1] آیات بینات حصہ چہارم (نواب محسن الملک) ص۱۷۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

پہلی حد عدن ہے دوسری حد اس کی سمرقند ہے۔ تیسری حد اس کی افریقہ ہے اور چوتھی حد اس کی سمندر کا وہ کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔" لہ

اگر شیعہ حضرات کی بات مان لی جائے کہ یہ سارا علاقہ جس کی آمدن کئی لاکھ روپے مالیت تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدہ کو ہبہ کر دیا تھا تو پھر آپ سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا تو مدینہ طیبہ کی دولت مند خواتین میں سر فہرست ہوں گی۔ حالانکہ عہدِ رسالت میں آپ کی عسرت اور تنگی گزران کے قصے زبان زد و عام و خاص ہیں۔ آٹا خود اپنے دستِ مبارک سے پیستیں گھر میں جھاڑو خود دیتیں، کھانا پکاتیں حتیٰ کہ بسا اوقات پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لایا کرتی تھیں جس کی سالانہ آمدنی ڈھائی لاکھ روپیہ ہو، وہ تو دس بیس غلام اور کنیزیں خرید کر رکھ سکتا ہے۔ نیز یہ روایت بھی عند الفریقین مسلم ہے کہ ایک دفعہ چند کنیزیں اور غلام بارگاہ رسالت میں لائے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایماء پر حضرت سیدہ لونڈی مانگنے کے لیے حضور کی خدمت میں گئیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ، اے میری لختِ جگر! جب تک اہل صفہ کی ضرورتیں پوری نہ ہو جائیں میں لونڈی تمہیں کیسے دے سکتا ہوں۔ البتہ لونڈی سے بھی بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں۔ جب سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کا ورد کر لیا کرو۔ اس کے علاوہ کئی بار ایسے مواقع آئے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خدمتِ دین کے لیے مال پیش کرنے کی دعوت دی اور ہر صحابی نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر مالی قربانی پیش کی۔ لیکن کسی روایت میں یہ موجود نہیں کہ حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا (بقول ان کے، جنکی سالانہ آمدنی اڑھائی لاکھ روپیہ تھی۔ انہوں نے بھی کبھی اس میں حصہ لیا ہو۔ غزوہ تبوک کا واقعہ تو بالاتفاق خیبر و فدک کی فتح کے بعد کا ہے اس وقت تو یقیناً آپ اتنی بڑی جاگیر کی مالک تھیں۔ مسلمانوں کی مالی حالت بڑی مخدوش تھی، سید عالم نے جہاد کی تیاری کے لیے مالی قربانی پیش کرنے کا جب اعلان کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہزاروں دینار لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال حاضر کیا اور صدیق اکبر کی تو شان ہی نرالی تھی اپنا سارا اثاثہ اٹھایا اور اپنے آقا کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

ان کے علاوہ دیگر صحابہ اکرام نے بھی ایثار و خلوص کے خوب مظاہرے کیے۔ لیکن کیا

لہ بحوالہ آیات بینات حصہ چہارم النواب محسن الملک، صـ۱۷۳

کوئی ایسی روایت آپ دکھا سکتے ہیں جس میں درج ہو کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے بھی اس میں کوئی حصّہ ڈالا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ صحابہ اکرامؓ کے چندوں کے بعد ضرورت نہ رہی ہو بلکہ قرآن کریم تو صاف بتا رہا ہے کہ صحابہ اکرام (المجاہدین) میدان جنگ میں شرکت کے لیے حاضر ہوئے۔ لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:"لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُکُمْ عَلَیْہِ" میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کوئی جانور نہیں ہے۔ ناچار انہیں واپس ہونا پڑا۔

اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اتنی جاگیر کی مالک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کی روادار نہ تھیں اس بات کو کوئی ایماندار تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ جس گھرانے سے دنیا نے جودُو کرم اور بخشش اور عطا کا سبق سیکھا ہو۔ وہاں بخل اور کنجوسی کا کیا گزر۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اس کے اہلبیت اور اولاد کو دنیا کی لذتوں سے دُور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ وہاں سے تو آخر دم تک کئی کئی دن فاقہ سے گزرتے تھے۔ کئی کئی ماہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ ان روشن حقائق کے سامنے کیا اس کذب وافترا کا پردہ چاک نہیں ہو جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو تمام دوسرے حقداروں کو محروم کرتے ہوئے اتنی بڑی جاگیر ہبہ کر کے مالک بنا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کہانی محض جھوٹ اور دنیائے اسلام سے کوسوں دور شاتمان اسلام کی بیہودانہ اختراعوں کا رزلٹ ہے۔

اب آیئے ان روایات کو ملاحظہ کریں جن کا سہارا لے کر گلشن اسلام کے سدا بہار اشجار ثمر بار پر یورش کی جاتی ہے کہتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا صدیق اکبرؓ کے پاس گئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور یہاں تک فرمایا۔ یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی "اے ابو قحافہ کے بیٹے آپ تو اپنے باپ کے وارث بنیں اور میں اپنے باپ کے ورثہ سے محروم رہوں ہر عقلمند اپنے دل ودماغ سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا زخم ابھی تازہ ہو اور آپ نے حصول میراث کے لیے تگ ودو شروع کر دی ہو۔ نیز آپ کی شان سے بعید ہے کہ آپ خود بنفس نفیس عدالت صدیقی میں تشریف لے گئی ہوں اور دعویٰ دائر کیا ہو جس طرح عام طور پر بعض کم خیال کرتے ہیں۔

سوال کی حقیقت:۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کسی آدمی کے ذریعہ اپنے اس مطالبہ کو

خلیفہ برحق کے گوش گزار کیا۔ امام بخاری کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان فاطمہ رضی اللہ عنہا ارسلت الی ابی بکر تسالہ میراثہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ۔

ترجمہ:۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا۔

جب سیدہ کا پیغام حضرت صدیق اکبر کو پہنچا تو آپ نے جواب دیا۔

فقال ابو بکر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا فھو صدقہ انما یاکل اٰل محمد ھٰذا المال۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آلِ محمد اس مال سے کھا سکتی ہے۔

وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی کانت علیہا فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولاعلن فیہا بما عمل فیہا رسول اللہ علیہ وسلم[1]

ترجمہ:۔ خدا کی قسم میں صدقات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ جس طرح وہ عہد نبوت میں تھے۔ ویسے ہی رکھوں گا جس طرح ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ بعینہ ان صدقات میں وہی عمل جاری رکھوں گا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا۔

آپ خود سوچیے کہ اس جواب میں کوئی قابل اعتراض بات ہے۔ کیا اس سے اہل بیت کی حق تلفی کی نیت کا گمان ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے حضرت سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ کے پیارے رسول آپ کے ابا جانا اور میرے آقا و مولا کا ارشاد گرامی یہ ہے اور مجھ میں یہ تاب نہیں کہ ارشاداتِ نبوی سے سرمو انحراف کر سکوں۔ آپ خود انصاف فرمائیے کہ اس جواب میں کون سا جملہ یا لفظ قابل اعتراض ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جواب کی تائید شیعہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔

---

[1] بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۶

وراثت انبیاء

چنانچہ شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی روایت کرتے ہیں۔

وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلٰکِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ [1]

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ بیشک انبیاءؑ دینار و درہم کا وارث کسی کو نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں جس نے ان کے علم سے حصہ لیا اسے بڑا وافر حصہ ملا۔

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید علی المرتضیٰ شیر خدا اپنے فرزند ارجمند حضرت محمد بن حنفیہ کو از راہ وصیت فرماتے ہیں۔

و تفقہ فی الدین فان الفقہاء ورثۃ الْاَنْبِیَاء اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لم یورثوا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَلٰکِنَّھُمْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ من اخذ منہ اخذ بحظ وافر [2]

ترجمہ :- اے میرے بیٹے! دین میں فہم حاصل کر کیونکہ فقہا ہی انبیاء کے وارث ہیں بیشک انبیاء دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم ورثہ میں دیتے ہیں اور جس نے علم نبوت سے کچھ حاصل کیا اس کو حظ وافر نصیب ہوا۔

اسی طرح اصولِ کافی میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ارشاد گرامی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَذَالِکَ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّاِنَّمَا اَوْرَثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَّافِرًا [3]

---

[1] اصولِ کافی جلد اول ص ۲۷ کتاب فضل العلم۔ [2] من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوئم ص ۳۴۶
[3] اصول کافی جلد اول ص ۲۵ کتاب فضل العلم۔

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا بے شک علمار کے وارث ہیں کیونکہ انبیا دینار و درہم ورثہ میں نہیں چھوڑتے وہ احادیث (احکام شریعت و اسرار کتاب ہی) اپنی وراثت میں چھوڑتے ہیں پس جس شخص نے اس بحر علم سے کچھ حاصل کیا اس کو حظ وافر نصیب ہوا۔

پہلا اعتراض

شیعہ حضرات کو جب یہ احادیث سنائی جائیں تو کہتے ہیں۔ یہ حدیث آیات قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ قرآن میں یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ تمہاری وراثت سے تمہاری اولاد میں ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملتا ہے۔

اس حکم میں نبی اور امتی دونوں شامل ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حکم سے باہر نہیں۔ ان کا مال بھی ان کی بیٹی کا حق تھا لیکن ابوبکر صدیق نے سیدہ کو وراثت نہ دی، لہٰذا قرآن کے مقابل نحن معاشر الانبیاء لا نورث حدیث خود ساختہ من گھڑت ہے۔

الجواب

درست ہے کہ مخالف قرآن حدیث معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول قرآن کی تصدیق کے لیے تشریف لاتا ہے اس کی تردید و تکذیب کے لیے نہیں۔ اس لیے جو حدیث قرآن کی کسی آیت کے معارض ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ارشاد نہیں ہو سکتی۔

لیکن کبھی آپ نے قرآن کی تفسیر اور قرآن کی تردید میں جو فرق ہے اس پر بھی غور کیا۔ اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہے لیکن کیا وہ اس آیت کی رو سے وراثت کا حق دار ہوگا۔ اسی طرح خدانخواستہ اگر کسی مسلمان کا بیٹا مرتد ہو جائے تو اس کا بیٹا ہونے میں تو شک نہیں لیکن وہ مرتد بیٹا اپنے مسلمان باپ کا وارث ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ کیا وہ احادیث جن میں قاتل اور مرتد کے وارث نہ ہونے کا حکم مذکور ہے۔ کیا آپ اس لیے انہیں مسترد کر دیں گے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے منافی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ان احادیث کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اُن احادیث نے اس بات کی تفسیر کر دی کہ کون سا بیٹا اپنے باپ کا وارث ہو سکتا ہے اور کون سا نہیں۔

یہ احادیث آیت قرآنی کے مفسر ہیں۔ مغیر یا ناسخ نہیں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں غور کریں۔ ارشاد الہٰی ہے۔

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کر دیا۔ لیکن سود کو حرام۔ اگر اس آیت کو سند بناتے ہوئے کوئی شخص شراب، سٔور اور مردار کی خرید فروخت کا کاروبار شروع کر دیتا ہے کیا اس کے استدلال کو صحیح مانیں گے اور وہ احادیث جن میں ان حرام چیزوں کے کاروبار سے روکا گیا ہے انہیں قرآن کی ناسخ اور مخالف گردان کو مسترد کر دیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ یہ کہیں گے کہ بیع حلال ہے لیکن ان احادیث نے تفسیر کر دی کہ کن اشیاء کی بیع (خرید و فروخت) حلال ہے اور کن کی حرام ہے۔ اسی طرح یہ روایت جو معترضین کی کتب میں بروایت آئمہ معصومین منقول ہیں اس آیت کی مفسر ہیں نہ ناسخ۔

۲۔ نیز جہاں خطاب ہو وہاں ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں مراد نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض مقامات پر صرف امت کو خطاب ہوتا ہے۔ مثلاً اسی آیت سے چند سطر پہلے ارشاد ہے۔

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

اس آیت میں امت کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن ان میں حضور داخل نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نو تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔

دوسرا اعتراض

یہاں معترضین شیعہ کہتے ہیں کہ انبیاء کے اموال میں اگر احکام وراثت جاری نہیں ہوتے تو پھر وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ "سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے" کا مطلب کیا ہوگا نیز حضرت ذکریا علیہ السلام کیوں یہ دعائیں مانگتے رہے۔

"رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔"

"الٰہی مجھے ایسا فرزند عطا فرمانا جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔"

غور کریں کہ پہلی آیت میں جس وراثت کا ذکر ہے وہ داؤد علیہ السلام کے اموال کی وراثت نہیں بلکہ کتاب و شریعت کی وراثت ہے کیونکہ اگر مالی وراثت کا ذکر ہوتا تو آپ کے دوسرے اٹھارہ بھی آپ کے ساتھ برابر کے حصہ دار ہوتے۔ صرف ایک بیٹے کو اپنی جائیداد کا دے دینا

اور باقی بھائیوں کو سرے سے محروم کر دینا شانِ نبوت کے سراسر خلاف ہے۔

اسی طرح حضرت ذکریا علیہ السلام ایسے بیٹے کے لیے دامن طلب پھیلا کر دعا مانگا کرتے تھے جو ان کی نبوت کی ذمہ داری اور علوم و حکمت کا وارث ہو۔ ورنہ ان کے پاس ایسے خزانے کہاں تھے جن کے لیے وہ اتنے بے چین رہتے ہوں اور یعقوب علیہ السّلام کو گزرے تو صدیاں بیت چکی تھیں اور ان کے بارہ فرزند تھے۔ ہر ایک فرزند کی کثیر اولاد اور ان صدیوں میں اُن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہوگی۔ اگر کوئی بہت بڑا خزانہ حضرت یعقوب نے چھوڑا ہوگا تو وہ تقسیم در تقسیم سے ناپید ہو چکا ہوگا تو آل یعقوب کی وراثت جس کے لیے آپ التجا کر رہے ہیں وہی نبوت کے فرائض ہیں اور علوم و حکمت کے جواہر ہیں جن کے ضائع ہونے کا آپ کو اندیشہ رہا کرتا تھا اور جو اُن کے نزدیک دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ بیش بہا تھے۔

وراثتِ رسولؐ

شیعہ حضرات کی متعدد کتب میں یہ روایت موجود ہے۔

انت فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شکواه الذی توفی فیه فقالت یارسول الله هذان ابنان نور ثهما شیئا قال اما الحسن فان له هیبتی واما الحسین فان له جراتی۔

"ایام مرض الموت میں سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا (حسنین کریمین کے ہمراہ) رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، عرض کی انہیں اپنی وراثت سے کچھ حصّہ دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا حسنؓ کے لیے میری ہیبت اور حسینؓ کے لیے میری جرأت ہے"۔[1]

یہ ہے وراثت محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل بیت اطہار کے حصّہ میں آئی۔

چنانچہ ایسے روشن دلائل ہونے کے باوجود دامنِ صدیقیت پر شیطانی حملے کرنے مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت

---

[1] دیکھئے خصال بن بابویہ ص۳۹، شرح نہج البلاغہ۔ الحدیدی جلد دوئم ص۲۶۱
مناقب فاخرہ للعترۃ الطاہرہ ص۱۸۹

ہیں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی موجودگی میں گئے اور شہزادیٔ کونین کی خدمت میں عرض کی۔

واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضات اللہ و مرضاۃ رسولہ و مرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت وھذا اسناد جید قوی [1]

ترجمہ:۔ (ابوبکر صدیق عرض کرتے ہیں) کہ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں، میں نے اپنا در، ذر، ثمر، گھربار، عزیز و اقارب، رشتہ دار سب کچھ فقط رضاءِ خدا اور رضاءِ مصطفیٰ ناموس اہلبیت رسول کی خاطر ترک کیا۔ ابوبکر صدیق نے سیدہ کو خوش کیا (جذبہ صدیقی دیکھ کر، سیدہ خوش ہوگئیں۔ (یہ روایت، بڑی مضبوط، مستند و معتبر ہے)

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے آپ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پیش کیا "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" اور پھر معذرت خواہی کرتے ہوئے عرض کی۔

لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا انی عملت بہ فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ۔ (بخاری شریف)

"میں کسی چیز کو ترک نہیں کر سکتا جس پر حضور کا عمل تھا مگر میں اس پر عمل کروں گا۔ کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے حضور کے کسی کام کو چھوڑا تو مجھ میں کجی پیدا ہو جائے گی۔"

کتنی صاف بات ہے اور کس حسین انداز سے اپنی معذوری کا اظہار کیا ہے اسے سیدہ نے بخوشی قبول فرمایا۔ اور اسی روایت کی تصدیق شیعہ مذہب کی معتبر کتب میں موجود ہے چنانچہ دیکھئے مذہب شیعہ کی مشہور کتاب حق الیقین میں ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں، کہ صدیق اکبر نے سیدہ کے بے شمار فضائل و مناقب بیان کیے اور عرض کی۔

"اموال و احوال خود را از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۸۹

خودی وشجرۂ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من، اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمے توانم کرد۔" [1]

ترجمہ:- میں اپنا ذاتی مال و منال جائیداد آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا جتنا آپ کی مرضی ہوئے لیں حاضر ہے (اس لیے) کہ آپ اپنے باپ کی امت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لیے پاکیزہ اصل اور شجرۂ طیبہ ہیں آپ کے فضائل کا کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں بلا چوں وچرا جاری ومنظور ہے۔ لیکن عام مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتا۔

فیصلہ کن بات

شیعہ مجتہدین میں سے علامہ کمال الدین میثم البحرانی شرح نہج البلاغۃ کی جلد خامس میں فیصلہ کن بات فدک کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ جس کو ان کے علاوہ کئی شیعہ مجتہدین نے تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

حضرت سیدہ کی گفتگو سن کر صدیق اکبرؓ نے کہا۔

یا خیرۃ النساء وابنۃ خیر الاباء واللہ ماعدوت رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا عملت الا بامرہ۔

"اے خواتین عالم کی سردار! اے تمام باپوں کے تاجدار کی لخت جگر، خدا کی قسم میں نے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے سے ذرا تجاوز نہیں کیا میں نے وہی کچھ کیا جس کا حضور نے حکم دیا۔

اس کے بعد عرض کی۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من فدک قوتکم یقسم الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ و لک علی اللہ ان اضع

---

[1] حق الیقین ملاں باقر مجلسی صـــ ۲۳۱

بهاکما کان یصنع فرضیت و بذٰلك واخذت العهد علیه به ۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک سے آپ کی ضروریاتِ زندگی (خوراک، لباس) کرتے تھے اور باقی مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور مجاہدین کو سواریاں اسی سے مہیا فرماتے اور میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی وہی کچھ کروں گا جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا خوش ہو گئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا پختہ وعدہ لے لیا۔

اس کے بعد علامہ کمال الدین لکھتے ہیں جس سے امام بخاری کی روایت کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔

و کان یاخذ فیدفع غلتها الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الحلفا بعده کذٰلك الی ولی معاویة۔[۱]

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ فدک وغیرہ کا غلہ لیتے اور اہل بیت کے افراد میں حسبِ ضرورت تقسیم کرتے۔ آپ کے بعد آنے والے خلفاء حضرت امیر معاویہ تک یہی عمل کرتے رہے۔

آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ اس پر امت محمدیہ متفق ہے کہ صدیق اکبر کا فیصلہ درست تھا اور اسی پر عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ہوتا رہا۔ حضرت صدیق کے بعد فاروق اعظم نے بھی اسے جاری رکھا۔ حضرت عثمان کے دور میں بھی اسی طرح سلسلہ چلتا رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور اس کو اسی طرح تقسیم کرتے رہے جس طرح خلفاء ثلثہ فرماتے رہے اس کے بعد امام حسن مجتبیٰ نے بھی اس عمل کو جاری رکھا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بھی کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی۔

اگر فدک اب بھی حقداروں تک نہیں پہنچا تو اس میں مجرم فقط صدیق اکبر یا خلفاء ثلثہ کو ٹھہرانا بہت بڑی ناانصافی ہے بلکہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن مجتبیٰ کا دورِ اقدس بھی شامل ہے۔

---

[۱] شرح نہج البلاغہ علامہ ابن میثم البحرانی جلد ۵ صفحہ ۱۰۷، الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صفحہ ۳۳۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید صفحہ ۲۹۶ جز شانزدہم۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ عباسی سفاح جب پہلا خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک آدمی نے اپنے گلے میں قرآن مجید حمائل کر رکھا تھا اٹھا اور کہنے لگا۔

اناشدك الله الاحكمت بيني و بين خصمي بهذا المصحف.

اے خلیفہ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ میرے درمیان اور میرے دشمن کے درمیان اس قرآن کی رو سے فیصلہ کرو! خلیفہ نے پوچھا تمہارا دشمن کون ہے کہنے لگا "ابوبکر منعنی فدک" ابوبکرؓ میرا دشمن ہے جس نے فدک اہل بیت کو نہیں دیا سفاح نے پوچھا اظلمك کیا ابوبکرؓ نے تجھ پر ظلم کیا ہے اس نے کہا ہاں۔ اس طرح پھر حضرت عثمان کے بارے میں گفتگو ہوئی اور اس نے کہا عثمان نے بھی مجھ پر ظلم کیا۔ خلیفہ نے پوچھا کیا علیؓ نے بھی تم پر ظلم نہیں کیا۔ تو اب اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن آیا عملی طور پر حضرت علی المرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت نے بھی وہی کچھ کیا جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم نے کیا تھا۔ نہ اس زمین کی حیثیت میں تبدیلی کی۔ نہ اس زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی میں کسی قسم کا ردّ و بدل کیا۔

بے انصافی کی حد ہے کہ آپ ان حضرات کو کچھ نہ کہیں اور اپنا سارا غصہ حضور کے پیارے محبوب وفا شعار ساتھیوں پر نکالیں جن کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے سنت نبوی سے انحراف نہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا یہ جرم نہیں ورنہ اس جرم میں تو کئی اور حضرات بھی شریک ہیں اور ان سے یہ لوگ اپنی محبت وعقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا اصلی قصور یہ ہے جسے وہ کسی قیمت پر معاف نہیں کر سکتے کہ انہوں نے مشرق و مغرب میں اسلام کا نام بلند کر دیا آتشکدے سرد کر دیے صلیبوں کو سرنگوں کر دیا۔ شام کے لالہ زاروں اور ایران کے مرغزاروں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دلنواز صدائیں بلند ہونے لگیں۔

قارئین! جب آپ نے ان حقائق کا مطالعہ فرما لیا تو حضرت ابوبکر صدیق اکبر پر لگائے گئے الزام کی مکمل طور پر بیخ کنی ہو گئی اور اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات واطہر پر جو بہتان تراشی کی جاتی تھی اس کا بھی نام ونشان باقی نہ رہا۔

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتار ابوبکرؓ علیؓ ہشیار باش

(اقبال)

خلافتِ صدّیق

قرآنی اشارات

اگرچہ اسلام کے بنیادی قوانین کی روشنی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے لیے قرآن مجید نے کسی کو نامزد اور متعین نہیں کیا۔ البتہ واضح اشارات دے دیئے تاکہ سلسلہ نبوت کے اختتام کے بعد امت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام انتشار و افتراق کا شکار نہ ہو جائے۔ ھاں جو لوگ قرآن سے منحرف ہو جائیں اور اس کی آیات میں شک جاننے لگیں تو ایسے بدبخت لوگ رحمت خداوندی سے محروم ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں ہدایت لکھی ہی نہیں تو پھر یہ کیونکر ہدایت کی طرف آئیں گے۔ اللہ رب العزت کی منشاء و مرضی کے خلاف تو انبیاء و رسل بھی کوئی کام نہیں کرتے۔ یقیناً نبی اس کو ہدایت دیتے ہیں جن کی ہدایت کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہ ہو۔ آئیے قرآنِ مجید کو صدق دل سے مکمل اکمل صحیفۂ ہدایت تسلیم کرنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کیونکہ قرآن مجید نے قیامت تک کے لیے قوانین و اصول وضع کیے ہیں جن کی روشنی میں امت مسلمہ اپنے دور میں خلیفہ امام اور امیر مقرر کرے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متصل بعد مدت خلافت تیس سال مقرر کی گئی۔

ترمذی شریف میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَۃُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ مُلْکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۸)

اور اس سال کی مدت کے لیے خلافت کے متعلق قرآن مجید کی ہدایت اور اپنی رضا و پسند کے مطابق اشارے کر دیے۔ ارشاد ربانی ہے۔

آیت ۱

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ [1]

ترجمہ: وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک کام کیے کہ وہ ضرور بالیقین خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں۔

مذکورہ بالا آیت استخلاف کے نزول کے وقت مہاجرین و انصار کے علاوہ عجمی و حبشی، رومی یعنی قریشی و غیر قریشی ہر نسل، خاندان اور وطن سے تعلق رکھنے والے صحابہ اکرام آستانہ رسالت سے وابستہ تھے اور ان میں ہر ایک آیت مذکورہ کے تحت خلافت کے اہل تھے مگر ارشاد نبوی ہے۔

اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ [2]

امام قریش میں سے ہوں۔

بعض اہم مصلحتوں کی وجہ سے خلافت و امامت کو قبائل قریش میں محدود کر دیا۔ غیر عرب تو غیر عرب تھے انصار بھی اپنی فضیلت و شرافت کے باوجود خلافت کے منصب سے علیحدہ کر دیے گئے کیونکہ اہل عرب قریش کی بزرگی کے قائل اور کعبہ مکرمہ کے ساتھ اعتقادی وابستگی انہیں اسلام کے پہلے سے قائم تھی۔

قریشی صحابہ اکرام میں سے مکرم و محترم ہستی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے جو یقیناً اس ارشاد خداوندی کے اولین مخاطب ہیں اور یہ آیہ کریمہ خلافت صدیقی کا مستند ثبوت ہے۔ علامہ امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

وَفِی الْاٰیَةِ دَلِیْلٌ عَلٰی صِحَّةِ خِلَافَةِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَالْخُلَفَآءِ

---

[1] پارہ نمبر ۱۸ سورۂ نور آیت ۵۵

[2] تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطیؒ صہ ۱۸ بحوالہ ترمذی، طبرانی، مسند امام احمد بن حنبلؒ

الرَّاشِدِیْنَ بَعْدَہٗ لِاَنَّ فِیْ اَیَّامِھِمْ کَانَتِ الْفُتُوْحَاتُ الْعَظِیْمَۃُ وَ فُتِحَتْ کُنُوْزُ کِسْرٰی وَغَیْرِہٖ مِنَ الْمُلُوْکِ وَحُصِّلَ الْاَمْنُ وَ التَّمْکِیْنُ وَظُھُوْرُ الدِّیْنِ ۔ (تفسیر خازن جلد سوئم صفحہ ۳۶۱)

یعنی اس آیت میں صدیق اکبر اور ان کے بعد کے خلفائے راشدین کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ان کے اپنے عہد میں عظیم فتوحات ہوئیں۔ کسریٰ اور دیگر بادشاہوں کے خزانے فتح ہوئے۔ امن، غلبہ اور ظہورِ اسلام کا حصول ہوا۔

آیت ۲

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗۤ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب تم میں کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں کے لیے عاجز اور کفار کے مقابل سختی سے پیش آنے والے ہوں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت صواعق محرقہ نے بیہقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس آیت کریمہ کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ جب عرب مرتد ہو گئے آپ اور آپ کے ساتھیوں نے جنگ کر کے انہیں واپس راہ راست پر لے آئے۔[1]

آیت ۳

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ ۔[2]

---

[1] الصواعق المحرقہ اردو ترجمہ برق سوزاں ص ۷۵

[2] پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۲۲

ترجمہ:۔ قسم نہ کھائیں (کمی نہ کریں) تم میں فضل اور سعتہ والے (گنجائش والے)

إِنَّ قَوْلَهُ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الاية نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَ مِسْطَحِ بْنِ إِثَاثَةَ [1]

تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی انہی کو رب العزت نے صاحب فضیلت اور صاحب سعتہ کہا ہے۔

شیعہ مفسرین بھی یہی کہتے ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں شیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی نے یہی لکھا ہے اور اس کا مصداق سیدنا صدیق اکبر کو ٹھہرایا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں منکم کہہ کر نزول آیت کے وقت سیدنا صدیق اکبر کے معاصر مومنین یعنی تمام صحابہ اکرام کو اللہ رب العزت نے مخاطب کیا اور ان میں صدیق اکبر کو سب کے مقابلے میں صاحب فضل سعتہ قرار دیا۔ لہذا سیدنا صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں امارت و امامت کے منصب کے لیے کسی اور کی گنجائش نہیں رہتی۔

آیت ۴

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ [2]

ترجمہ:۔ (محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے پیچھے رہنے والے بدویوں سے کہ قریب ہے کہ بلائے جاؤ گے تم واسطے لڑنے ایسی قوم کے جو کہ سخت جنگجو ہیں۔

محمد علی حسین البکری اپنی کتاب فضائل صحابہ و اہل بیت میں لکھتے ہیں کہ "امامین ابن ابی حاتم اور ابن حتیبہ کے نزدیک یہ آیت حجت واضح ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر اس لیے کہ وہ جنگ جو قوم بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کی جماعت اور اس کے پیرو تھے اور ان سے لڑنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے قبائل کو دعوت دی

---

[1] تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۱۳۳

[2] پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۶

امام ابو الحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں صریح ہے۔ اس لیے کہ تمام اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبائل کو دعوت دینے کے۔ مرتدین و مانعین زکواۃ سے جنگ کرنے کے لیے اس آیت شریفہ میں آپ کی خلافت کا وجوب بھی ہے اور آپ کی اطاعت کرنے کی فرضیت بھی ہے۔ [1]

---

[1] فضائل صحابہ و اہل بیت ص ۲۶

خلافت

سیّدنا صدیق اکبر اغیار کی نظر میں

سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب
ذرّہ عشق نبیؐ از حق طلب (اقبال علیہ الرحمۃ)

نائب مصطفیٰ، واقف رموز حقیقت، پیکر صدق و صفا، یار غار مجتبیٰ، دمساز امام الانبیاء، مزاج دان رسالت، غمخوار نبوت، صدیق معظم، خلیل سرور دنیا و دین، مخزن تصدیق کے گوہر، آفتاب صبح ایمان، تاجدار عظمت و صداقت، خلیفہ بلافصل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حق و صداقت کی وہ مشعل تاباں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے مظہر اتم، اور آپکی سیرت و کردار کا کامل نمونہ تھے۔ آپ کا قلب اطہر تجلیات جمال نبوت کا ہر آن جلوہ گاہ بنا رہا اور اور آپ نے آفتاب نبوت سے بے واسطہ فیض حاصل کیا۔ آپ کی شان و عظمت، ثبات قدمی بلند حوصلگی، ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس کے اپنے کیا غیر بھی معترف ہیں، بادگاہ نبوت سے جو حیات دائمی آپ کی سیرت و کردار، گفتار و افکار، کو ملی آئیے تعصب و عناد کی عینک اتار کر یہ گھر نایاب ملاحظہ کرتے چلیں۔

سیّدنا صدیق اکبر شیعہ کتب کے تناظر میں

مصدق اوّل

دلیل ۱

وَالَّذِی جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

(سورۂ زمر پارہ ۲۴)

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں شیعہ مذہب کی مستند و مشہور کتاب تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِہٖ اَبُوْبَکْرٍ۔

ترجمہ:۔ وہ شخص جو سچ لے کر آیا وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ شخص جس نے حضور کی تصدیق کی ہر بات بلا چون وچرا مان لی وہ ابوبکر (صدیق) ہیں۔

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما (اقبال)

دلیل ۲

اسی طرح اس کتاب تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدَ خَدِیْجَۃَ اَبُوْبَکْرٍ [۱]

ترجمہ:۔ حضرت خدیجہ کے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

صدیق

دلیل ۳

شیعہ مذہب کی مشہور ترین تفسیر قمی میں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ کی تفسیر میں غار ثور کے واقعہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْغَارِ قَالَ لِفُلَانٍ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی سَفِیْنَۃِ جَعْفَرَ فِیْ اَصْحَابِہٖ یَقُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَی الْاَنْصَارِ مُحْتَسِبِیْنَ فِیْ اَفْنِیَتِہِمْ فَقَالَ فُلَانٌ وَتَرَاھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نعم قال فَاَرِنِیْہِمْ فَمَسَحَ عَلٰی عینیہ فَرَاٰھُمْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ [۲]

ترجمہ:۔ فرمایا (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں

---

[۱] تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۴۹۸

[۲] تفسیر مجمع البیان جلد ۳ ص ۶۵

[۳] تفسیر القمی جلد اول ص ۲۹۰ مطبوعہ النجف۔

تھے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ گویا کہ میں جعفر (طیار) اور اس کے صاحبوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ آپ اُن کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ ابوبکر نے عرض کیا مجھے دکھا دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو حضرت ابوبکر نے ان سب کو دیکھ لیا پس اس وقت رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تو صدیق ہے۔

عتیق

دلیل ۴

شیعہ مذہب کی مشہور و مستند کتاب تفسیر مجمع البیان میں آیت وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی۔ ہمیشہ دوزخ سے دور رکھا جائے گا اس شخص کو جو اپنا مال (خدا کے رستے میں) دے کر پاکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ کے ضمن میں لکھا ہے۔

عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرٰی مَمَالِیْكَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَّعَامِرِ بْنِ فَهَیْرَہ وغیرھا وَاَعْتَقَهُمْ[1]

ترجمہ:۔ ابن زبیر نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما جیسے مسلمان ہونے والے غلاموں کو ان کے کافر آقاؤں سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

خلافت صدیقؓ و عمرؓ کا واضح ثبوت

دلیل ۵

شیعہ اس بات کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی انکاری ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد خلیفہ بننے کی بشارت اپنی زندگی میں سنائی چنانچہ ملاحظہ کیجئے شیعہ مذہب کی مشہور و مستند کتابیں تفسیر قمی، تفسیر مجمع البیان اور تفسیر صافی۔ لکھتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت حفصہؓ ایک دفعہ مغموم و پریشان تھیں۔ حضور

---

[1] تفسیر مجمع البیان جلد پنجم ص۵۰۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ خوشخبری سنائی۔

فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ بَعْدِيْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهٖ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ هٰذَا قَالَ اللّٰهُ اَخْبَرَنِيْ [۱]

ترجمہ:۔ (رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بیشک میرے بعد خلافت کے والی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونگے۔ اور پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تیرے باپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور آپ کو یہ خبر کس نے دی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پروردگار عالم نے یہ خبر دی ہے۔

غور فرمائیں گے تو ہر بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ اس حدیث پیغمبر اسلام کو پڑھنے سے یہ حقیقت عیاں ہو گی کہ ابوبکر صدیق کو خلیفہ بننے کا شوق نہ تھا بلکہ یہ منشا رضا الٰہی بھی تھی اور یہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے محبت کا صلہ و انعام بھی تھا۔ جو لوگ صدیق اکبر کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور دامن صدیقیت پہ وقتاً فوقتاً شیطانی حملے کرتے رہتے ہیں۔ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے کھلے باغی ہیں اور نبی کریم کے دین سے کوسوں دور جا چکے ہیں بدبختی اور کفران کا مقدر بن چکا ہے۔ بلاشبہ پیغمبر اسلام کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا بے دین اور پہلے درجے کے ذلیل لوگوں کا وطیرہ ہے۔

کشتۂ عشق رسولؐ

دلیل ۶

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب منور میں جو محبت اور عشق محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس کے باعث آپ نے بارگاہ رسالت سے عظمتوں اور رفعتوں کے گھر لوٹے اس دلی عشق محبت اور سوز و گداز کا ذکر شیعہ کی مشہور زمانہ کتاب مجالس المومنین میں بھی ہے جس کا مصنف تعصب و عناد کی دنیا کا بہت بڑا مجتہد واقع ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ درمیان اصحاب می گفتند ماسبقکم

---

[۱] تفسیر القمی جلد دوم ص۳۷۶ مطبوعہ النجف۔ تفسیر مجمع البیان جلد پنجم ص۳۱۴۔ تفسیر صافی ص۵۲۳۔

اَبُوْبَکْرٍ وَّلَا صَلٰوۃَ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وَّقَرَّنِیْ صَدْرِہٖ۔ [۱]

ترجمہ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضؓ کی سبقت وفضیلت (تم پر) روزہ نماز سے نہیں بلکہ وہ ان کے دلی عشق ومحبت (سوز وگداز) واخلاص کا ثمر ہے۔

جانثار مصطفےٰ

دلیل ۷

یہ سچ ہے کہ "حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے"۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زندگی کے ہر آڑے اور مشکل وقت میں اپنے محبوب کے ساتھ ہی اپنی جان ہتھیلی پہ رکھے، دیوانوں کی طرح نظر آتے ہیں جس کا اعتراف شیعہ کی مشہور کتاب تفسیر مجمع البیان میں بھی کیا گیا ہے۔

ذَکَرَ اَبُوالْقَاسِمِ الْبَلْخِیُّ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلٰثَۃَ عَشَرَ نَفَرًا خَمْسَۃٌ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَثَمَانِیَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُھَاجِرُوْنَ فَعَلِیٌّ وَاَبُوْبَکْرٍ وَطَلْحَۃَ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ۔ [۲]

ترجمہ :۔ ابوالقاسم بلخی نے بیان کیا ہے کہ اُحد کے دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ شخصوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا پانچ مہاجرین اور آٹھ انصاری تھے مہاجرین میں سے جناب علی المرتضیٰ رضؓ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ وعبدالرحمٰن بن عوف رضؓ وسعد بن ابی وقاص رضؓ رہے۔

رفیق غار

دلیل ۸

ہستی اُو گشتِ ملت را چوں ابر
ثانی اسلام وغار وبدر وقبر (اقبال)

---

[۱] مجالس المومنین ص ۸۸ از قاضی نور اللہ شوشتری۔
[۲] تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۲۴

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت کی انتہا یہ ہے کہ آپ کو رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا میں امتیازی شرف صحبت و مصاحبت عطا فرمائی کسی اور کے حصّہ میں نہیں آئی اور اس کو صرف دنیاوی زندگی تک محدود نہ رکھا بلکہ بدر و غار و قبر و حشر کی رفاقت عطا فرمائی جس کا تذکرہ شیعہ کتب میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکّے کی زمین تنگ کر دی گئی۔ آپ کی ذات پاک سمیت آپ کے جانثاروں پر ظلم و ستم، مصائب و آلام کی حد ہو گئی۔ یہاں تک کہ کفارِ مکہ جن کے سینوں میں بغض و حسد، عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ آپ کے قتل پر کمربستہ ہو گئے۔ آپ بحکم الٰہی جب اپنے در اقدس سے نکلے تو تفسیر حسن عسکری جو مذہب شیعہ کی معتبر و مستند تفسیر ہے اس میں ثابت ہے کہ خود رب لم یزل نے ہجرت کی مشکلات و مصائب کی صعوبتیں برداشت کرنے اور پر خطر رستے میں ثابت قدم رہنے والے شخص کی نشاندہی فرمائی اور جبرائیل نے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ ابوجہل و قریش مکہ نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم ٹھان لی ہے، آپ حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر چھوڑیے وہ مثل اسماعیل آپ کے جانثار ہوں گے۔

وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهُ اِنْ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَازَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِى الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِىْ غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ اِلٰى اَنْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ علیه وسلم اَبِىْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِىَ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِىْ تَحْمِلُنِىْ عَلٰى مَا اِدَّعَيْت فَتَحْمِلُ عَلٰى اَنْوَاعِ الْعَذَابِ لَا يَنْزِلُ عَلَىَّ مَوْتٌ مَدِيْحٌ وَلَا فَرَحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِىْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ اِلَىَّ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِيْكِ مَمْلُوْكِهَا فِىْ مُخَالَفَتِكَ، وَهَلْ اَنَا وَمَالِىْ وَوَلَدِىْ اِلَّا فِدَائُكَ۔[1]

ترجمہ:۔ اور رب ذوالجلال حکم دیتا ہے کہ ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق بنا لیجئے، اگر وہ موانست (مدد) کریں اور اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپکے رفیق ہوں گے۔ حضورؐ نے

---

[1] تفسیر حسن عسکری ص ۲۱۳ از امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت علی المرتضیٰ سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ راضی ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر کیا تم اس امر پر راضی ہو کہ اس سفر میں میرے ہمراہ رہو اور کفارِ قریش جیسے مجھے قتل کے لیے تلاش کریں اس طرح تمہارے قتل کے بھی درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہو کہ ہجرت پر تم نے مجھے آمادہ کیا اور میری رفاقت کی وجہ سے تم پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کی صحبت میں قیامت تک سخت ترین بلاؤں میں گرفتار رہوں تو یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ آپ کی دوستی چھوڑ کر دنیا کی حکومت قبول کروں۔ حضور میری جان و مال اہل و عیال (ماں باپ) آپ پر قربان ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق کی عشق و محبت سے لبریز گفتگو سنی تو پیار بھرے انداز میں فرمایا۔

"اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کیا ہے اور تم کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو جسم سے"۔ (تفسیر امام حسن عسکریؒ)

ذرا اُن حضرات کو جو ائمہ کرام کی محبت کا لیبل لگا کر نان نفقہ بناتے ہیں غور کرنا چاہیے کہ گیارہویں امام حضرت حسن عسکریؒ نے کس طرح ابوبکر صدیقؓ کو رفیق غار منجانب اللہ قرار دیا ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی نہ اسلامیت میں ہے نہ انسانیت ہے۔

اسی عنوان پہ ذرا شیعہ مذہب کی دوسری مشہور و مستند کتابیں دیکھیں۔

دلیل نمبر ۹

چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور کتاب "حیات القلوب" میں ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

"وترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری" [۱]

ترجمہ:- (آج ہجرت کی رات) اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جائیے۔

دلیل نمبر ۱۰

قاضی نور اللہ شوستری مشہور شیعہ مجتہد مزید فیصلہ اپنی کتاب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں۔

---

[۱] حیات القلوب جلد دوئم ص۳۱۰ ملاں باقر مجلسی

"وبہمہ حال رفتن محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبردن ابوبکرؓ بے فرمانِ خدا نہ بود"۔ [1]

ترجمہ:۔ بہرحال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے جانا فرمان خداوندی کے بغیر قطعاً نہ تھا۔

رحمت عالم صدیقؓ کے کندھوں پر

دلیل ۱۱

مزید سنیئے اسی ثانی اثنین کا تذکرہ کرتے ہوئے دنیائے شیعت کے مشہور علامہ مومن کرمانی اپنی شہرۂ آفاق کتاب حملہ حیدری میں یوں رطب اللسان ہیں۔

بنی بر در خانہ اش چوں رسید — بگوشش ندائے سفر در کشید
چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد — زخانہ بروں رفت وہمراہ شد
چوں رفتند چندے بداماں دشت — قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکر آں گہ بدوشش گرفت — ولے زیں حدیث ست جائے شگفت [2]

ترجمہ:۔ ہجرت کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر (صدیقؓ) کے گھر پہنچے وہ پہلے ہی ہجرت کے لیے تیار تھے۔ ابوبکر اس حال سے آگاہ ہوکر فوراً گھر سے نکلے اور ہمراہ ہوئے جب بیاباں کا کچھ راستہ طے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضورؐ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا سخت تعجب ہے کہ ابوبکرؓ نے بار نبوت کو کیسے اٹھا لیا۔

حملہ حیدری کے مصنف اسی مقام پر مزید لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا کر غار کے پاس پہنچے تو۔

"حضرت ابوبکر صدیق غار میں پہلے داخل ہوئے اور اپنی قبا چاک کرکے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔"

درآمد رسول خدا ہم بغار — نشستند یکجا بہم ہر دو یار [3]

---

[1] مجالس المومنین (نور اللہ شوشتری)، ص ۲۰۲

[2] حملہ حیدری جلد اوّل ص ۴۷-۴۸ [3] ایضاً

پھر حضور بھی غار میں تشریف لے گئے اور دونوں یار یکجا جلوہ فرما ہوئے۔

؎ دلبر کو بٹھا کر پیش نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے
ہم رندوں کی محفل میں یہ رسم عبادت ہوتی ہے

دلیل ۱۲

مذکورہ بالا واقعہ کی تشریح اب مذہب شیعہ کی اردو کتاب غزوات حیدری میں مرزا بادل کی زبانی سنیئے۔

"ہر گاہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرا سے نکلے تو پہلے در خانہ ابوبکر بن ابی قحافہ پر آئے۔ کس واسطے کہ ابوبکر کو آپ نے آگاہ کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ چلنا۔ پس آپ نے آواز دی اور گھر سے باہر بلا کر اپنے ہمراہ لیا۔ جب شہر سے باہر آئے اور راستہ یثرب پیش نظر رکھا تو حضرت رسول خدا نے نعلین مقدس کو پائے مبارک سے نکال لیا اور پا برہنہ راہی سفر ہوئے یہ حال دیکھ کر ابوبکر نے آپ کو اپنے شانہ پر بٹھایا۔ تھوڑی دور اور چلے تو ناگاہ آثار صبح کے ہویدا ہوئے۔ ناچار سر راہ سے دور ایک غار دیکھی اور جسے اہل عرب غار ثور کہتے ہیں۔ آخر الامر خوف سے اس غار میں پناہ لی اور پہلے ابوبکر نے پاؤں رکھا دیکھا کہ اس میں سوراخ بہت ہیں پس اپنی قبا پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو بند کیا اور شمار سے ایک سوراخ رہ گیا۔ سو مردانہ وار اس میں اپنا قدم استوار کیا۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس غار میں تشریف لے گئے اور آسودہ ہو کر بیٹھے۔"[1]

ائمہ و مجتہدین شیعہ نے اس حقیقت کو کس طرح چار چاند لگائے کہ حضور علیہ السلام نے بحکم الٰہی تمام صحابہ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا اور اس انتہائی نازک اور خطرناک موقع پر آپ کو ہی رفیق غار بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام سے افضل و برتر ہونا ثابت ہے۔ حضور کو حضرت ابوبکر صدیق پر کامل اعتماد تھا اور حضرت ابوبکر صدیق کے اس اعتماد پر پورا اترنے کا عملی ثبوت بھی دیدیا۔ جان کی پرواہ نہ کی اور حضور پر فدا ہونے کی ایک مثال قائم کر دی۔

روٹی اور دودھ صدیق کے گھر سے | اہل بیت صدیق اکبر تمام کے تمام راز دان رسول تھے آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد اگر غار ثور کو دیکھا

---

[1] غزوات حیدری مرزا بادل ص ۶۵

جائے تو چشم تصور دنگ رہ جاتی ہے کس قدر صدیق کو کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت تھی کہ جذبہ عشق و مستی سے سرشار ہو کر کس مقام پر صدیق اپنے آقا کو لے گئے۔

پھر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صدیق اکیلے راز دان رسول نہ تھے۔ آپ کے گھر ... زر خرید ... کے پیکر تھے۔ تین دن اور تین راتیں بوقت قیام غار ثور میں روٹی حضرت ابوبکر صدیق کے اہل خانہ ... آپ کے غلام عامر بن فہیرہ خدمت رسول میں پیش کرتے اس حقیقت کا اعتراف بھی شیعہ مذہب کی ... کتاب تفسیر منہاج الصادقین میں ملاحظہ فرمائیں۔

"مجاہد گوید کہ رسول سہ شبانہ روز درغار بود۔ از عروہ روایتیں کہ ابوبکر را گوسفنداں چند بود نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں ... درغار راندی وایشاں از شیر گوسفنداں خوردندی"۔

ترجمہ:- مجاہد راوی کہتے ہیں کہ ... علیہ السلام غار ثور میں تین دن اور تین راتیں رہے اور عروہ ... روایت ہے کہ ابوبکر صدیق کی چند دُنبیاں تھیں شام کی نماز کے وقت ابوبکر ... کا غلام عامر بن فہیرہ ریوڑ غار کے دروازے پر لاتا تھا اور حضور علیہ السلام دودھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

"قتادہ گوید کہ عبدالرحمن درخفیہ بامداد وشبانگاہ آمدی وبرائے ایشاں طعام آوردی"۔[1]

قتادہ کہتے ہیں ابوبکر صدیق کا بیٹا عبدالرحمن ہر شام چپکے سے آتا اور کھانا گھر سے پکوا کر لاتا۔

ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ برحق ہیں

ثانی اثنین سے یہ واضح ہوا کہ حضور کے بعد دوسرے افراد جو دینی و ملی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہستی ہی ایسی ہے جو خلافت و نیابت کی حقدار ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام صحابہ کرام میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی راز دان بنانا اُن کے خلیفہ برحق ہونے کا ثبوت ہے۔

---

[1] تفسیر منہاج الصادقین ص۲۷۱

صحابیت صدّیق کا منکر کافر ہے

قرآن مجید میں اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا صحابیت صدیق رضی اللہ عنہ کی نص صریح موجود ہے جس سے صدیق اکبر کا صحابی ہونا ثابت ہے اس مرتبہ ومقام کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی صحابیت کا انکار نص قرآنی کا انکار ہے نص قرآنی کا انکار کفر ہے۔ لہذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر بھی بالاتفاق کافر ہے۔

امامت سیدنا صدیق اکبر اور شیعہ کتب پر طائرانہ نظر

اس بات میں نہیں مجھے عابد کوئی کلام
میرے نبیؐ کے بعد ہے صدیقؓ کا مقام
(عابد نظامی)

اگرچہ خلافت صدیق کے متعلق قرآنی اشارات اور امامت صدیق کے متعلق آقائے دو عالم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت کتب صحیحہ میں موجود ہیں مگر شیعیت و رافضیت کی دنیا مسلمانانِ عالم سے الگ تھلگ ہے۔ اس باب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں درج ذیل سوالات کا احاطہ کیا جائے گا۔

۱۔ آیا ایام المرض میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت کا وارث بنایا ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کوئی نماز پڑھی۔

۳۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہیں اور ان کے باہمی تعلقات زندگی بھر کیسے رہے؟

۴۔ دیگر اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت امامت اور آپ کی سیرت و کردار کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟

دلیل ۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیقؓ کو امام بنانا

امامتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق چودہ سو سال سے ملت اسلامیہ متفق ہے اور اس میں کوئی ابہام باقی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں فریضہ امامت صدیق اکبر کے سپرد کیا۔ چونکہ رافضیت و شیعیت کا قرآن و حدیث سے کوئی آشنا قریبی تعلق نہیں نہ ہی یہ مذہب

آج تک موجودہ قرآن اور حدیث کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کر سکا ہے۔ خلوص دل سے صرف ان احباب کے لیے جو صحت مند دماغ، عقل سلیم، ہوش و خرد کے ساتھ دہریت کی دنیا میں نور ہدایت کے متلاشی ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ امامت بحق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، شیعہ مذہب کی معتبر و مستند کتاب نہج البلاغہ کی شرح الدرۃ النجفیہ سے پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

كَانَ عِنْدَ خِفَّةِ مَرَضِهٖ لِيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بِنَفْسِهٖ۔

حبیب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک خود بنفس نفیس لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے جب تک مرض خفیف رہا۔

فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ [1]

ترجمہ:۔ پھر جب مرض شدت اختیار کر گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں (امامت کراتے رہیں) اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو یوم تک حضور کی زندگی میں تمام لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں   زباں میری ہے بات اُن کی
اُنہی کے لیے جلا رہا ہوں   چراغ میرا ہے رات اُن کی

کیا امامتِ صدیق کا منکر کافر نہیں؟

مذہب شیعہ کی معتبر کتاب سے زبانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے سنا یقیناً آپ کے عقل سلیم کو اگر امر ابا بکر ان یصلی بالناس کے دلکش فیصلہ کی طرف دعوتِ غور و فکر دی جائے تو ہر ذی فہم کو پیغمبر اسلام کے اس اٹل فیصلہ کے پیچھے کار فرما فرمان حق۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

یہ ایمان و ایقان کے ساتھ حقیقت پر مبنی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دے گا۔

---

[1] الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔

محبوب مجھے تیرے رب ہونے کی قسم لاکھ بار اپنا نان نفقہ اکٹھا کرنے کے لیے اپنی شہرت کی جھوٹی دکانیں چمکانے کے لیے اپنے ساتھ مومن، مومنین لکھتے بولتے پھریں میں رب انہیں کبھی مومن تسلیم نہیں کرتا بلکہ محبوب تیرے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے کی بنا پر کافر ہی رہیں گے۔

مؤذنِ خودی نے کیا خوب فرمایا ؎

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

سیرت مرتضوی رض — بیعت صدیق رض

مِنْ کُتُبِ شِیْعَۃِ

ایک سوال جو تصفیہ طلب ہے کہ سیدنا حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہیں۔ اگر بیعت کی تو برضا و رغبت یا جبر و اکراہ (جان کے خوف) سے کی۔ اسی وقت کی یا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد؟

ایسے سوالات و استفسارات کا جواب سننے کے لیے یقیناً آپ بے چین ہوں گے آئیے تمام روایات کو انصاف کی کسوٹی پر پرکھتے چلیں جو شیعانِ علی سیرت مرتضوی کے سلسلہ میں بڑی شد و مد سے اپنی کتب میں لکھیں ہیں مجھے اس بات کا احساس ہے کہ ان کتب میں حقیقت حال کتنی تلخ اور کربناک ہے مگر "نقل کفر کفر نباشد" کے ساتھ یہاں ذکر کرنا اس لیے ضروری خیال کرتا ہوں کیونکہ ناموس اہل بیت کو پامال کرنے والے مذہبی قزاقوں نے جو محبت کا نقاب اوڑھ کر پس پردہ بے ادبیوں، گستاخیوں، منافقوں، شیطانی عقائد کا جو ادھم مچا رکھا ہے اُسے بے نقاب کیا جائے۔

پہلی روایت

چنانچہ پہلی روایت جو ناسخ التواریخ کے حصہ تاریخ الخلفاء کی جلد اوّل میں کئی صفحات تک پھیلی ہوئی ہے اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

"دوسرے روز مسجد نبوی صحابہ کرام سے کھچا کھچ بھری ہے۔ حضرت عمر کے کہنے پر حضرت ابو بکر قنفذ کو بھیجتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کو حاضر دربار کریں۔ وہ جاتا ہے حضرت علی اسے جھڑک دیتے ہیں وہ واپس آجاتا ہے۔ اسے دوبارہ سختی سے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی کو پکڑ کر لے آئے۔ حضرت پھر اسے دھتکار دیتے ہیں، حضرت عمر ایک گروہ آپ کو پکڑنے کے لیے روانہ کرتے ہیں وہ بھی ناکام لوٹتا ہے۔ حضرت عمر غصّہ سے بے قابو ہو کر خود جاتے ہیں اور خاتون جنّت کے دروازہ پر کھڑے ہو کر باواز بلند کہتے ہیں۔

"یا علی بیرون شو و با خلیفہ رسول خدا بیعت کن وگرنہ این خانہ را باتش پاک بسوزم فاطمہ برخاست وَقَالَتْ یَا عُمَرُ مَالَنَا وَلَكَ وَقَالَ افْتَحِي الْبَابَ وَإِلَّا اَحْرَقْنَا عَلَيْكُمْ بَيْنَكُمْ فَقَالَتْ يَا عُمَرُ اَمَا تَتَّقِي اللهَ تُدْخِلُ عَلٰى بَيْتِي۔

ترجمہ:۔ اے علی باہر آؤ اور خلیفہ رسول خدا کی بیعت کرو، ورنہ اس گھر کو جلا کر راکھ کردوں گا حضرت سیدہ اُٹھیں فرمایا اے عمر! ہمارا تیرا کیا واسطہ ہے۔ آپ نے کہا دروازہ کھولو ورنہ تمہارے گھر کو تم پر جلا کر راکھ کر دونگا۔"

حضرت عمر نے جب دیکھا کہ حضرت علی دروازہ نہیں کھولتے تو حکم دیا کہ آگ اور لکڑیاں لائی جائیں۔ آپ نے دروازہ کو آگ لگا دی۔ جب کچھ حصّہ جل گیا تو پاؤں کی ٹھوکر مار کر اسے گرا دیا اور گھر میں گھس آئے۔ حضرت سیدہ نے فریاد کرنا شروع کی اور کہا " یا ابتاہ، یا رسول اللہ ابن خطاب نے سیدہ کے پہلو پر تلوار سے ٹھوکر لگائی۔ آپ نے دوبارہ فریاد کی۔ حضرت عمر نے آپ کے بازو اطہر پر زور سے تازیانہ مارا۔ سیدہ پھر التجا کرتی ہیں۔ اب حضرت علی کی آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے۔ آپ حضرت عمر کو گریبان سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کو پتہ چلتا ہے۔ وہ آپ کی امداد کے لیے چند آدمی بھیج دیتے ہیں۔ آتے ہی یہ لوگ حضرت علی کے ہاتھ سے تلوار چھین لیتے ہیں پھر اُن کو دبوچ لیتے ہیں پھر آپ کے گلے میں رسی ڈال لیتے ہیں اور آپ کو کشاں کشاں حضرت صدیق کی خدمت میں لے جاتے ہیں۔ حضرت سیدہ مدافعت کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ قنفذ آپ پر حملہ کرتا ہے اور تازیانہ کی ایسی ضرب بازو اقدس پر لگاتا ہے کہ اس کا سیاہ داغ وفات کے بعد بھی بازو مبارک پر باقی رہتا ہے۔ حضرت علی کو پکڑ کر حضرت صدیق کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] معتبر شیعہ کتاب "ناسخ التواریخ" حصّہ تاریخ الخلفاء جلد اوّل ص ۸۳

دوسری روایت

اسی روایت کو دوسری جگہ ملاں باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین میں وہی مذکورہ بالا پس منظر بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے جس کا خلاصہ بھی تقریباً یہی ہے۔

"عمر گفت در را بکشا وگرنہ خانہ شمارا با شما می سوزانم فاطمہ گفت ای عمر از خدا نمی ترسی و بخانہ من میخواہی در آئی آن بیحیا برنگشت و آتش طلبید و بدر خانہ انداخت فاطمہ۔ فریادا ابتاہ یا رسول اللہ بلند کرد و عمر سر غلاف شمشیر را بر پہلوی آن حضرت زد و تازیانہ را بلند کرد و بر پہلوی شریف آن حضرت زد فاطمہ خطاب کرد پدر بزرگوار خود را کہ یا رسول اللہ بد اخلاقی کردند عمر و ابوبکر در حق اہلبیت"۔

ترجمہ:۔ (عمر خود آپ حضرت علی کو پکڑنے کے لیے گئے تاکہ ابوبکر کی بیعت لی جائے) در بتول پہ عمر نے کھڑے ہو کر کہا دروازہ کھولو ورنہ میں تمہارے سمیت تمہارا گھر جلا کر راکھ کر دوں گا۔ خاتونِ جنت نے فرمایا اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا تو میرے گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ بے حیا واپس نہ ہوا اور آگ طلب کی اور گھر میں ڈال دی۔ خاتونِ جنت نے فریاد کی۔ اے اللہ کے رسول اے میرے ابا جان۔ عمر نے دستہ شمشیر آپ کے پہلو اقدس پر مارا۔ اپنے کوڑے کو بلند کیا اور آپ کی کلائی مبارک پر مارا۔ خاتونِ جنت نے اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا اور عرض کی عمر اور ابوبکر نے تیرے اہل بیت کے حق میں بدعہدی (بدسلوکی) کی ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ملاں باقر مجلسی مزید لکھتا ہے کہ پھر حضرت علی نے عمر کو زمین پر گرا لیا جب قنفذ کی طرف دوڑے تو بھاگ نکلا اور ابوبکر کے پاس آکر سارا معاملہ بتایا تو ابوبکر نے کہا۔

"ابوبکر گفت اگر علی ارادہ بیرون آمدن کند بخانہ اش بزنید و او را بگیرید و اگر مانع شود آتش در خانہ اش بزنید پس قنفذ ملعون و اصحابش بدون رخصت ہجوم آوردند و شمشیر را از دست آن حضرت گرفتند و ریسماناً در گلوی حق جوی آن مطیع امر الٰہی انداختند و کشیدند کہ از خانہ بیرون آوردند"۔

ترجمہ:۔ ابوبکر نے کہا اگر علی باہر آنے کا ارادہ ظاہر کرے تو پکڑ کر لے آؤ۔ اگر باہر نہ آئے تو اس

تو اس کے گھر میں آگ لگا دو۔ پھر قنفذ گیا اور بغیر اجازت لیے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت علی کے گھر میں داخل ہو گیا اور حضرت علی کے ہاتھ سے تلوار پکڑ لی اور آپ کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا یہاں تک کہ یہ لوگ آپ کو باہر لے آئے۔

دجّال زمانہ، ملعون مجلسی کی گستاخیوں کی انتہا یہیں ختم نہیں ہوئی اور اس کی آتش بغض و عناد ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ اُس کی زندیقیت اور کُفر کی چنگاریاں ابھی شعلے بن کر بھڑک رہی ہیں، مزید گستاخی اہلبیت اور توہین عصمت زہراء سے اپنے کفر کا اعلان کرتا ہے۔

قنفذ در را لعقب کشود و بر پہلوی فاطمہ زد کہ یک دندہ از دندہ ھای پہلوی مبارکش شکست و فرزندیکہ حضرت رسول او را در شکم صدیقہ طاہرہ علیہا السلام محسن نام کردہ بود سقط شد و باز ممانعت میفرمود تازیانہ بر بازوی مبارکش زد کہ استخوانش شکست وبہمین ضربت ہا شہید شد۔ چوں آوازہ دنیا در بازویش گرہ بزرگی از آن ضربت ماندہ بود پس حضرت امیر را با آن حال بیرون کشیدند تا بنزد ابوبکر آوردند[1]

(ابن عباس کی طرف منسوب کرتے لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے قنفذ سے کہا جلدی جاؤ علی کو لاؤ اور اگر فاطمہ رستہ میں حائل ہوں تو پرواہ نہ کرنا)

ترجمہ :- قصہ آخر یہاں پہنچا کہ قنفذ نے خاتون جنت کے پہلو پر ضرب لگائی جس سے آپکی پسلی مبارک ٹوٹ گئی اور وہ فرزند جو ابھی خاتونِ جنّت کے شکم اطہر میں تھا جس کا نام نبی علیہ السلام نے قبل از پیدائش محسن رکھا تھا وہ دُنیا میں آنے سے قبل ہی شکم مادر میں ہی شہید ہو گئے۔ پھر قنفذ نے آپ کے بازو اقدس پر کوڑا مارا آپ کی ہڈی مبارک ٹوٹ گئی اور انہی ضربوں کے ساتھ سیدہ (طیبہ طاہرہ) شہید ہو گئیں۔ جب دُنیا سے تشریف لے گئیں تو آپ کے بازوؤں پر ان ضربوں کے نشان موجود تھے۔ پھر مولا علی کو اُسی حالت میں (گلے میں رسی ڈال کر) باہر لے آئے۔ یہاں تک کہ ابوبکر کے پاس لے آئے۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ونقل کفر کفر نباشد)

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے حسرت بھری آواز

---

[1] حق الیقین ملاں باقر مجلسی ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۱

میں فرمایا۔

"اگر میری تلوار میرے ہاتھ سے گر نہ پڑتی تو تم مجھے یوں کھینچ کر نہ لا سکتے۔ خدا اس قوم پر لعنت کرے جنہوں نے میری بیعت کی پھر میرا ساتھ چھوڑ دیا۔"[1]

لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ دشمنانِ اہلبیت:۔ یہ ہے اہلبیت کی عزت شان اور سیرت حیدری وقار ذوالفقار حیدری ان ملعون لوگوں کے نزدیک جو انہی نفوس قدسیہ کی ظاہری محبت کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کوئی محبِ اہلبیت ایسی قبیح عبارتیں سننے کے لیے تیار نہیں جو ان کے عقائد میں داخل ہیں۔ کہیں تو حضرت علی کے ہاتھ کانپ رہے ہیں کہیں تلواریں زمین پر گر پڑتی ہیں اور کبھی ذوالفقار حیدری کوئی کھینچ لیتا ہے۔ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو آمریت قرار دینے کے لیے کس حد تک سیرت حیدری کے وقار وعظمت کو مجروح کر کے رکھ دیا۔ کیا ایک مسلمان ملاں مجلسی کی یہ عبارت پڑھنے کے بعد اسے یزید ثانی نہ کہے گا؟ اگر اب بھی اسے مجدد و محدث کا لقب دینے کا ارادہ ہے تو پھر ایمان کی خیر مناؤ کیا اسی کو اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کہتے ہو۔ اتنی حدیں تو شاید یزید لعین نے بھی نہ پھلانگی ہوں گی۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدت ہے تو پھر شرم آنی چاہیے۔

کیا مولائے کائنات اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِب نہیں۔

کیا لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَار حضرت علی کی شان نہیں۔

تاجدار هَلْ اَتٰى کو اتنا بے بس کر دیا کہ اپنے حرم پاک کے تحفظ کی قوت بھی ختم ہو گئی جتنا بھی کمزور ہی انسان کیوں نہ ہو اپنے اوپر تو سختیاں برداشت بھی کر لیتا ہے لیکن اپنی اہلیہ کے بارے میں ناممکن ہے۔

کاش تم ذوالفقار حیدری کی جنبش کو جانتے ——————— ظالموں خطرے کے وقت تو بزدلوں کے ہاتھ کانپتے ہیں اور ان کی تلواریں گر پڑتی ہیں۔ وہ تو مرتضیٰ تھے۔ اسد اللہ تھے، لافتیٰ تھے، تاجدار هل اتیٰ تھے۔ منبع جود و سخا تھے، مشکل کشا تھے پھر کاتب قدرت کی تحریر بھی تھے۔ غیرتِ الٰہی کی شمشیر بھی نور نبوت کی تنویر بھی تھے۔ کعبے کے گہر بھی،

---

[1] ناسخ التواریخ جلد اول ص۸۳

سیدہ زہرہ کے شوہر بھی تھے۔ جن کی ضربت حیدری سے خیبر کی سنگین دیواریں پاش پاش ہوگئیں جن کی گرج سے بڑے بڑے بہادروں کے دل پھٹ جایا کرتے تھے۔ اُحد اور حنین کے مشکل اوقات میں اُن کے دستِ اقدس سے تلوار نہ گری۔ خندق کے دن عمرو بن عبد ود کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ سے تلوار نہ گری۔ آپ کی ذوالفقار نے مرحب جیسے عدوِ اسلام کے دو ٹکڑے کر دیے۔ زندیقو! آج اللہ کے اس شیر جری پہ یہ الزام لگاتے شرم نہیں آتی کہ ان کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ گویا دوسرے لفظوں میں اسد اللہ کو بزدلی کا طعنہ دے رہے ہو، پھر اُنہی کی زبانِ اقدس سے اُن کے جانثاروں جنہوں نے بیعت کی تھی لعنت بھجوا رہے ہو۔

تم نے فقط بعض صحابہ ہیں عزت اہلِ بیت کو پس پشت ڈال کر اپنے ایمان و ایقان کا جنازہ نکال لیا۔ اُس سیدہ زاہدہ، طیبہ، طاہرہ، راکعہ، قانتہ، مجتہدہ، عفیفہ، عتیقہ زہرہ بتول سلام اللہ علیہا جن کے در دولت پہ جبرئیل کی بھی مجال نہیں کہ بغیر اجازت اندر آئے۔ جن کے در اقدس پہ عزرائیل کے قدم بھی لرز جاتے ہیں۔ جن کے برہنہ موئے سر دیکھ کر مارے حیا کے آفتاب راستے بدل لے۔ ہائے ے

اہل بیت پاک سے بے ادبیاں گستاخیاں
تم کو مژدہ نار کا اے منکران اہلبیت
لعنت اللہ علیکم دشمنان اہلبیت (حسن رضا)

تمام صحابہ مرتد ہو گئے الا ثلثہ

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ میں ہے۔

قال کان الناس اهل ردة بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ثلثة [1]

ترجمہ:۔ حضرت امام باقر سے مروی ہے کہ حضور کے وصال کے بعد ان تین جانثار (ابوذر غفاری مقداد، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم) کے علاوہ باقی سب لوگ مرتد ہو گئے۔

اور ان سب یعنی تینوں حضرات کے متعلق بھی سن لیجیے۔ ان سے اسی دوستی کے رنگ

---

[1] ناسخ التواریخ جلد اول

ہیں اسلام دشمنی کا حق ادا کیا جا رہا ہے اور ان سب نفوس قدسیہ کی عظمت کو داغدار کرنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔

لکھتے ہیں کہ جب تلواروں کے سائے ہیں اور جان کے خوف سے حضرت علی نے بعیت کر لی تو اس وقت ابو ذر غفاری نے کہا۔

لیت السیوف قد عادت بایدینا ثانیۃ

اے کاش دوبارہ تلواریں ہمارے ہاتھوں میں لوٹ آئیں۔

حضرت مقداد نے کہا۔

لو شاء دعا علیہ ربہ عز وجل۔

اگر علی مرتضیٰ چاہتے تو ابو بکر کے لیے بد دعا کر دیتے۔

سلمان نے کہا۔

مولای اعلم بما ھو فیہ۔[1]

میرا آقا جن مشکلات میں مبتلا ہے وہ خود ہی ان کو بہتر جانتا ہے۔

یہ ایسے جملے حضرت علی کے وفاداروں کی طرف منسوب کیے جنہیں سن کر بچے بھی ہنسی ضبط نہیں کر سکتے۔ یہ کردار تو بنی اسرائیل کے حیلہ سازوں کے کردار سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے یہ تین بزرگ جو بقول ان کے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ ان کی قوت ایمانی کا یہ حال ہے اور شیر لافتیٰ کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم ہے۔ ایک ذی فہم کب یہ من گھڑت باتیں مان سکتا ہے۔ اسد اللہ کے ماننے والے کبھی بزدل حیلہ ساز نہیں ہو سکتے۔ ظلم و استبداد کے سامنے دب جانے والے نہیں ہوتے۔ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ

دلیل ۱

صدیق اکبر کے ہاتھ پر بعیت

اس حقیقت کا اعتراف تو نہج البلاغہ کے شارح علامہ میثم بن علی بن میثم بحرانی بھی کرتے ہیں کہ حضرت علی نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بعیت کر لی تھی۔

---

[1] ناسخ التواریخ جلد اول۔

وبایع معھم علی اکراھا۔[1]

اور اسی طرح فروع کافی میں محمد بن یعقوب کلینی نے بھی لکھا ہے۔

دلیل ۲

جاءو ابا امیر المؤمنین مکرھا فبایع[2]

دونوں حضرات نے بغض صدیق ظاہر کرنے کے باوجود یہ تسلیم تو کر ہی لیا کہ حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت صدیق اکبر کے دست پاک پہ بیعت فرمائی جہاں تک ان کی اپنی رائے کا تعلق ہے کہ حالت مجبوری میں آپ نے بیعت کی کم از کم ہر اس شخص کے لیے ناقابل تسلیم امر ہے جو حضرت اسد اللہ الغالب کی جرأت، سالت اور آئین جوانمردی کی حقیقت سے آشنا اور صدق دل سے اسے تسلیم کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز زندگی منافقت کی موت ہے۔ شیعہ مذہب کی مشہور و مستند کتاب احتجاج طبرسی میں احمد بن علی طبرسی رقم طراز ہیں۔

دلیل ۳

ثم تناول ید ابی بکر فبایعہ۔[3]

ترجمہ:- پھر (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی۔

دلیل ۴

اور اسی بیعت خلافت صدیق کا ذکر اسی کتاب احتجاج طبرسی میں دوسرے مقام پر حضرت علی نے حضرت اسامہ کے سامنے علی الاعلان کیا۔

قال اسامۃ لہ فھل بایعتہ؟

فقال نعم یا اسامۃ۔[4]

ترجمہ:- حضرت اسامہؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے دریافت کیا۔ کیا آپ (صدیق اکبر کے ہاتھ پر) بیعت کر چکے ہیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ہاں بیعت صدیق کر چکا ہوں۔

ان تمام روایات کا اگر آپ بنظر عمیق جائزہ لیں تو آپ یقیناً اسی فیصلہ پر پہنچ چکے ہوں

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوئم ص ۲۶ [2] احتجاج طبرسی جلد اول ص ۸۴ مطبوعہ مشہد
[3] فروع کافی (الکلینی) جلد دوئم ص ۸۵ (کتاب الروضہ) [4] احتجاج طبرسی جلد اول ص ۸۷

گے کہ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اسی وقت کی اور اپنی خوشی و رضا سے کی کیونکہ شیرِ خدا اسد اللہ کی جبر واکراہ بیعت تسلیم کرنا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔
آپ کی للہیت، دین متین کے لیے آپ کا خلوص، اُمت مسلمہ کے لیے آپ کا جذبہ خیر اندیشی، آپ کی بے نظیر شجاعت، مزید برآں آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت ان تمام خرافات کے ابطال کے لیے کافی ہے۔ سید امیر علی جو بنگال ہائی کورٹ کے جسٹس اور شیعہ کے مستند مفکر ہیں۔ اپنی مستند کتاب سپرٹ آف اسلام میں یوں لکھتے ہیں:۔

With his usual magnaimity and devotion to the faith, Scruplously anxious to avoid the least discard among the disciples of the master, Ali atonce gave in his adhesion to Abu-Bakr, Three times was he set aside, and on every occasion he accepted the choice of the electors without demur. For he himself had Never Stood-Forth as a Chndidate for the Suffrages of the electors, And whatever night have been feelings of his partisans, He had never Pefrained from giving to the first two Caliphs his help and adviece in the governance of the Commonweath, And they on their side had always defrred to his counsel and his exposition of the master's teaching.

(The Spirit of Islam By Justice Syed Amir Ali)

ترجمہ:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولوالعزمی اور دین سے بے پناہ وابستگی اور اپنے آقا کے ماننے والوں کو ہر قسم کے انتشار سے بچانے کے لیے آپ نے فوراً حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کر لی۔ آپ کو تین بار نظر انداز کیا گیا اور آپ نے ہر بار کسی اغراض کے بغیر رائے دہندگان کے انتخاب کو صدق دل سے قبول کر لیا آپ نے اپنے آپ کو کبھی بھی خلافت کے لیے بطور امیدوار پیش نہیں کیا۔ آپ کے احباب کے جذبات کچھ بھی ہوں، آپ نے اسلامی مملکت کے کاروبار حکمرانی کو چلانے میں پہلے دو خلیفوں کی ہر طرح امداد بھی کی اور انہیں بہترین مشوروں سے بھی نوازا۔ خلفاء نے بھی ہمیشہ آپ کے مشورے کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور احادیث نبوی کی جو تشریح آپ نے کی اس کو تسلیم کیا۔ (سپرٹ آف اسلام ص۲۹۳ سید امیر علی)

تاریخی پس منظر

گلوں کی مسکراہٹ پر نہ جاؤ
پس منظر چھپے ہوتے ہیں کانٹے (نصیر)

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیعہ مذہب ابتدا ہی سے اپنی وضع و قطع تبدیل کرتا رہا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت پر متفق ہو جائیں کہ شیعہ مذہب روحانیت سے دور ہے اور سیاست کا پرتو ہے تو بآسانی ہمیں اس من گھڑت نظریہ اور بہروپیت کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہ مذہب ہمیشہ سے نئے روپ اور نئی طرز سے دنیا کے سامنے آتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ عراق و خراسان میں صفوی سلاطین نے اس مذہب کے اصول و قواعد کو ضبط و اعتدال میں لانے کی صورت نکلی۔ اس کی ترویج و اشاعت اور تحفظ میں اپنے سیاسی و شاہی اثرات استعمال کیے۔ اس وقت کے علما نے اس کے اصول و فروع میں کانٹ چھانٹ کرنے کے بعد اسے ایک نئی صورت دی اور اس کو کتابوں میں مسدود کیا۔ تب کہیں جا کر یہ مذہب اپنی رنگ رنگی تغیر و تبدل سے ہٹ کر اصل شکل میں نمودار ہوا۔

مگر چونکہ رنگ رنگی اور تغیر و تبدل اس مذہب کا خاصہ ہے۔ اس لیے بانیان مذہب شیعہ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ اپنا مذہب بھی تراشتے رہے اور کسی ایک طریقہ پر راسخ العقیدہ نہ ہو سکے۔ اس طرح اس مذہب میں افتراق و انتشار کا باب کھل گیا۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ وہ فروع میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے مگر وہ اپنے اصولوں پر قائم رہے اور امکان دین کو تبدیلیوں سے مکمل طور پر محفوظ رکھا۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں یہود و نصاریٰ، مجوس کے دیار و امصار اللہ تعالیٰ کی عنایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، کے ہاتھ پر فتح ہوئے اور کفار کو قتل و قید اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ تو اس حالت سے نکلنے کے لیے انہوں نے شیخین کے دور خلافت میں حرب و ضرب کے بازار گرم کیے۔ مگر چونکہ فتح و نصرت الٰہی مسلمانوں کا مقدر بن چکی تھی اس لیے بجز ذلت و رسوائی و ندامت کے انہیں کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تو انہوں نے منافقت کی صورت میں کافرانہ شورشوں کا فیصلہ کر لیا اور خلیفہ سوئم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ان میں سے

بہت سے لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے اور در پردہ نورِ اسلام کو بجھانے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد اور بغض و عناد کو ہوا دینے کی تدبیروں میں لگ گئے۔ بتقدیر الہٰی جب دورِ خلافت کا اختتام ہونے لگا تو مصریوں کی ایک جماعت نے خلیفۂ ثالث رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور آپ کی اطاعت سے دستبردار ہو گئے۔

آتش بغاوت کو بھڑکانے میں یہ گروہ سب سے زیادہ مقدم تھا۔ اس گروہ کے بقیہ افراد جو اطراف و اکناف خصوصاً کوفہ اور نواحِ عراق میں پھیلے ہوئے تھے، موقعہ غنیمت جان کر مدینہ میں سمٹ آئے اور سارے فتنہ انگیز پروگرام جو سالوں سے ترتیب دیے جا رہے تھے اور جن کو دبدبہ اسلام کے سبب زبان پر لانے کی جرأت نہ کر پا رہے تھے علی الامکان ان پر عمل شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور خاتم الخلفاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت قائم ہوئی تو منافقوں کے اس گروہ نے اپنے آپ کو شیعان علی کہنے لگے وہ اس انقلاب پر بے حد خوش تھے۔ اب انہوں نے اپنے لیے حالات سازگار دیکھ کر اپنے پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔

اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا یمنی، صنعانی تھا جو اصلاً یہودی تھا۔ جو یہودیت کے زمانے میں اسلام و مسلمانوں کا کھلا دشمن تھا۔ دھوکے اور فریب کاری کا ماہر۔ حرب و ضرب کی چالوں سے خوب واقف، فتنہ انگیزی میں یکتا، سیاسی چالوں سے آشنا، اس نے جب دیکھا کہ جو شورش خلیفۂ ثالث رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت برپا ہو گئی تھی، اب ماند پڑتی جا رہی ہے اور جو فتنہ ان لوگوں نے کھڑا کر دیا تھا وہ اپنی موت مرتا جا رہا ہے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا جو منصوبہ ان کے پیش نظر تھا وہ ناکام ہوا جاتا ہے تو یہودی سیاست کو بروئے کار لا کر اس نے طریقہ واردات بدل دیا اور اجتماعی ہنگامہ آرائی سے ہٹ کر افراد پر توجہ دینی شروع کی اور ہر فتنہ پرداز کو نئے طریقہ سے فریب دینا شروع کیا اور ہر ایک کی استعداد کے مطابق اس کے دل میں گمراہی کی کاشت کرنے لگا۔

سب سے پہلے خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص و محبت کا حربہ اختیار کیا اور لوگوں کو اہل بیت کی محبت پر مضبوط و پختہ رہنے کی تلقین کرنے لگا۔ خلیفہ برحق کی جانبداری دوسروں کے مقابلے میں ان کو ترجیح اور ان کے مخالفین کی باتوں پر کان نہ دھرنے کی پالیسی

اختیار کرنے کو کہنے لگا۔

اور یہ باتیں ایسی تھیں کہ ہر خاص و عام کا مطمع نظر تھیں اور کہیں سے بھی ان کی مخالفت متوقع نہیں تھی اس لیے ان کی کافی پذیرائی ہوئی اور لوگوں میں اس کا اعتماد بہت بڑھ گیا اور اس کو مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھا جانے لگا۔ اس کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب اقرب الانسان ہیں کیونکہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، وصی، بھائی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق قرآن مجید میں جو آیاتِ فضائل ہیں یا احادیث مروی ہیں، وہ سب اور اسی کے ساتھ اپنی طرف سے احادیث گھڑ گھڑ کر لوگوں میں پھیلانی شروع کیں۔ جب اس نے اس کے شاگرد اور ماننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ایمان لے آئے۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بات جڑ پکڑ گئی تو اس نے اپنے بہت ہی خاص لوگوں اور اپنے بھائیوں کو نہایت راز داری کے ساتھ بنایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، پیغمبر علیہ السلام کے وصی تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے الفاظ میں ان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور یہ کہ آپ کی خلافت قرآن مجید کی اس آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکر سے اور اقتدار کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو ضائع کر دیا اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منحرف ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو تلف کیا۔ دُنیا کے لالچ میں آکر دین بھی چھوڑ بیٹھے اور باغ فدک کے سلسلہ میں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اور خلیفہ اوّل کے مابین رنجش ہو گئی ان نظریات کو اپنے قول کے ثبوت میں سند و دلیل کے طور پر بیان کیا اور ان حواریوں کو یہ راز چھپانے کی از حد تاکید کی اور یہ کہا کہ اگر لوگوں سے اس مسئلہ پر تمہاری بحث ہو جائے تو بطور حوالہ میرا نام ہرگز نہ لینا بلکہ مجھ سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنا۔ کیونکہ میں نام و نمود اور شہرت کا خواہاں نہیں۔ نہ جاہ و حشمت و مرتبہ کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس نصیحت سے میرا مقصد صرف ایک حق بات کہنا اور ایک واقعہ کو ظاہر کرنا ہے اس کی اس وسوسہ اندازی کا یہ رزلٹ نکلا کہ خود جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں ان باتوں کا تذکرہ اور خلفاء پر طعن و دشنام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مناظرہ بازی اور جھگڑوں کا آغاز ہو گیا حتیٰ کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے برسرِ منبر خطبوں میں اس جماعت سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا۔ بعض سرگرم لوگوں کو دھمکایا اور شرعی سزا کا

خوف دلایا۔[1]

اب ابن سبا نے جب دیکھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھا اور شہد کی انگلی کام کر گئی اور مسلمانوں کے عقیدہ میں فتنہ و فساد کا بیج بار آور ہو گیا۔ مناظرہ بازی میں ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا کوئی پاس نہیں رہا۔ تو اس نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے مخصوص ترین شاگردوں کی ایک جماعت منتخب کی اور رازداری کا حلف لینے کے بعد، پہلے بھید سے بھی زیادہ باریک اور نازک، راز کا انکشاف کیا۔ وہ یہ کہ انہیں کہنے لگا۔ بھئی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے چند ایسی باتوں کا ظہور ہوتا ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں۔ مثلاً کرامتیں۔ ذاتوں کا بدل دینا۔ غیب کی خبریں سنانا۔ مُردوں کو زندہ کر دینا۔ اللہ کی ذات اور دنیا کے حقائق بیان کرنا۔ باریک اور گہری جانچ۔ حاضر جوابی الفاظ و عبارت میں فصاحت و بلاغت، زہد و تقویٰ بلند درجہ، بہادری اور وہ قوت و طاقت کہ دنیا والوں نے نہ دیکھی نہ سُنی۔

تم جانتے ہو یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہے ——— اس کا راز کیا ہے؟

سب نے عاجزی کا اظہار کر کے کہا استاد محترم ہم نہیں جانتے آپ ہی فرمائیے۔

---

[1] دار قطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتری

"میں جسے پاؤں گا کہ ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دیتا ہے اسے مفتری کی حد اسّی کوڑے لگاؤں گا۔"

اسی طرح ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ خیر الناس ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا تو نے ابوبکر کو دیکھا نہیں پھر فرمایا کیا تو نے عمر کو دیکھا کہنے لگا نہیں تو آپ نے فرمایا۔

اما انك لو قلت انك رایت النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم لقتلتك ولو قلت رایت ابا بکر وعمر لحددتك۔

سن لے اگر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا اقرار کرتا اور پھر مجھے خیر الناس کہتا تو میں تجھے قتل کرتا اور اگر تو نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہوتا اور مجھے افضل کہتا تو تجھے حد لگاتا۔

بحوالہ ختم النبوت از اعلحضرت احمد رضا بریلوی ص ۵۲-۵۳ مکتبہ نبویہ لاہور

جب ان کے جذبہ شوق کو خوب بھڑکا چکا تو رازوں کو چھپانے کی تاکید مزید کر کے کہنے لگا کہ یہ سب کچھ خواص الوہیت ہیں جو لباس بشریت میں جلوہ گر ہیں غیر فانی لباس میں خود کو نمودار کر رہا ہے فاعلموا ان علیاً ھوالا الٰہ الا ھو۔ یعنی جان لو کہ علی رضی اللہ عنہ ہی معبود ہیں ان کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ (العیاذ باللہ)

چنانچہ ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھی کے مصداق یہ ناز یبا کلام بھی راز نہ رہا اور لوگوں میں پھیلتا چلا گیا۔ جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سمع مبارک تک بھی پہنچا آپ نے استاد شاگرد سب کو پکڑا اور فرمایا تم نے ان خرافات سے توبہ نہ کی تو سب کو آگ میں جلا کر مار ڈالوں گا۔ چنانچہ سب نے توبہ کی۔ اس کے بعد ابن سبا کو مدائن میں جلاوطن کر دیا گیا۔ مگر وہ وہاں بھی اپنی حرکتوں اور غلط و گمراہ کن عقائد کی تعلیم و اشاعت سے باز نہیں آیا۔ اپنے خاص شاگردوں کو آذربائیجان اور عراق کے علاقہ میں پھیلا دیا اور ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ شام کی مہم اور کارِ خلافت کے سبب اتنے مشغول ہوئے کہ ابن سبا اور اس کے چیلوں کی طرف توجہ نہ دی۔ یہانتک کہ اس ملعون کے پھیلائے ہوئے غلط عقائد نے لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ لی۔ جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سپاہ اس کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے سبب چار فرقوں میں منقسم ہو گئی۔

پہلا فرقہ ان مخلصین اور جانثار ساتھیوں کا ہے جو اہل سنت والجماعت کے مقتدا و پیشوا ہیں یہ حضرات اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازواج مطہرات و اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حق شناسی اور ظاہر باطن کی پاسداری نیز جنگ و جدل کے باوجود سینہ کو بے کینہ اور پاک و صاف رکھنے میں جناب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم رہے۔ ان کو ہی شیعان اولیٰ اور شیعان مخلصین کہتے ہیں اور اس آیت مقدسہ کے مصداق ہیں۔ "اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ" البتہ میرے خاص بندوں پر تیرا غلبہ نہ ہو سکے گا۔ یہ حضرات ہر حیثیت سے اس دھوکہ باز شیطان کے شر سے محفوظ و مامون رہے اور ان کے دامن پر اس شیطان کے گندے عقائد کا کوئی دھبہ نہ لگ سکا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے خطبوں میں ان لوگوں کی مدح فرمائی اور ان کے رتبہ کو سراہا۔

دوسرا فرقہ تفضیلی شیعوں کا تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل کہتے تھے۔ یہ ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھے کہ انہوں نے اس

دسوسہ کے ایک مختصر سے حصے کو ہی تسلیم کیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی خوب ڈانٹا اور فرمایا اگر کسی کے بارے میں، میں نے یہ سنا کہ وہ مجھے جناب شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے افترا کی شرعی حد اسی کوڑے ماروں گا۔

تیسرا فرقہ تبرائی شیعوں کا تھا ان کو شیعہ سبّیہ بھی کہتے ہیں، یہ لوگ عقیدہ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم کو ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق مانتے اور کہتے ہیں گویا یہ اس شیطان مجسّم کے درمیانی درجہ کے شاگرد تھے۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تنازعہ ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد اور ان کے خیال کے لیے محرک بن گیا اور چونکہ ان جھگڑوں کی بنا خلیفہ سوئم رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی، اس لیے لامحالہ ان لوگوں نے ان کی شان میں بھی زبان طعن دراز کی اور جب کہ خلیفہ سوئم کی خلافت، کی بنا شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر تھی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس کے ہم خیال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بحیثیت ثالث بانی مبانی تھے اس لیے ان بدبختوں کے تیر ملامت کا یہ حضرات بھی نشانہ بنے اور مخلصین کے ذریعہ جب بھی اس دشنام و تبری کو اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملتی آپ خطبہ عام کے وقت ان لوگوں کو برا بھلا کہتے اور ان لوگوں سے اپنی کھلی بیزاری کا اظہار فرماتے۔

چوتھا فرقہ غالی شیعوں کا تھا اور یہ ابن سبا کے خاص الخاص شاگردوں اور رازدار دوستوں کا گروہ تھا اور یہی گروہ جناب امیر المومنین رضی اللہ کی الوہیت کا قائل تھا، پھر جب مخلصین نے سختی کے ساتھ ان پر سخت الزامات عائد کیے اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تو الوہیت کے آثار کے خلاف بشریت کے تقاضے موجود ہیں تو بعض لوگوں نے صریح الوہیت کے عقیدہ کو ترک کر دیا مگر یہ پھر بھی کہتے رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم فانی میں روح الہٰی حلول و سرایت کیے ہوئے ہے اور جس طرح قرآنی آیت "وَ نَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوحِنَا" سے دھوکہ کھا کر نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے مذہب کی صحت ثابت کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض کلمات کی لچر اور دور از کار تاویلات سے اپنے لچر و بیہودہ عقیدہ کی صحت کی کوشش کرتے رہے۔

تو یہ ہے شیعہ مذہب کے وجود میں آنے کی حقیقت اور اصل بنیاد اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دراصل اہل تشیع کے بنیادی طور پر تین فرقے بیک وقت وجود میں آئے اور ان تینوں کا موجد اور بانی یہی بدباطن، نفاق پیشہ یہودی تھا جسے دنیا آج بھی عبداللہ بن سبا

کے نام سے جانتی پہچانتی ہے [1]

پاس جب آئے تو ہم پر کھل گیا دام فریب
دور سے کیا کیا تری زلفوں کے خم اچھے لگے (نفیس)

روپوش حقیقت

شیعت کے آغاز کا تذکرہ ملاحظہ کرنے سے آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اسکی ابتداء کب ہوئی، کیسے ہوئی۔ کیوں ہوئی۔ کس نے کی۔

آج اپنے آپ کو مومن گردانتے والوں کی اس روپوش حقیقت کا انکشاف ہو جانے کے بعد آپ کو ابھی ان کی کتب سے اس حقیقت کو چار چاند لگتے دکھائی دیں گے۔ آئیے کیا شیعہ مذہب کی اصل یہودیت ہے؟ اس نرالے اور حقیقت خیز سوال کا جواب شیعہ مذہب کی مشہور زمانہ اسماء الرجال کی کتاب رجال کشی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ذکر بعض اهل العلم ان عبد الله بن سبا کان یهودیا فاسلم والیٰ علیا وکان یقول وهو وفات رسول الله فی علیؑ مثل ذلك وکان اوّل من شهر بالقول بفرض امامة علیؑ واظهر البرائة من اعدائه وکاشف مخالفیه واکفرهم ممن هیهنا قال من خالف الشیعة اهل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیة [2]

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا پھر اسلام قبول کیا اور حضرت علی سے خاص تعلق کا اظہار کیا اور اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ حضرت موسیٰ کے وحی یوشع بن نون کے بارہ میں غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام میں آنے کے بعد وہ اسی طرح کا غلو حضرت علی کے بارے میں کرنے لگا اور وہ پہلا آدمی تھا جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدہ کی فرضیت کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برارت کا اظہار کیا اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انکو کافر قرار دیا۔ اسی لیے شیعہ نظریہ کے مخالف کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی اصل یہودیت سے ہے۔

آپ نے ملاں رجال کشی کی عبارت سے یہ تو سمجھ لیا ہوگا کہ شیعہ کی اصل یہودیت ہے کیونکہ اس مذہب کے اکثر مستقل عقائد ایسے ہی نظریات کے حامل ہیں۔

---

[1] ماخوذ تحفۂ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ حصہ اول ص۱۰۱ [2] رجال کشی (ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی) (مطبوعہ المشہد)

شیعہ کے باطل عقائد

ایک نظر ـــــــ ایک تعارف

بخدا یہ میرے لئے انتہائی تلخ اور کربناک مقام ہے۔ میرا ضمیر کبھی یہ گوارہ نہیں کرتا کہ میں ایسے کمینہ فطرت لوگوں کی خرافات سے پس پردہ کے اوراق کو آلودہ کروں۔ اپنے احباب کا وقت ایسے بیہودہ ولغو عقائد کے تعارف میں ضائع کروں۔ مگر چونکہ ناموس اہلبیت کا لبادہ اوڑھ کر خرمن اسلام کے دشمن عناصر نے جو اودھم مچا رکھا ہے۔ ان حقائق سے اپنے ایسے احباب اہلسنّت کو متعارف کرایا جائے جو ان لوگوں کی منافقانہ حرکات وسکنات سے بے خبر ہو کر ان کی مجلس ومحافل میں جانے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ انہیں ائمہ واہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر کی محافل سمجھ کر شرکت کو کارِ ثواب خیال کرتے ہیں۔ میں یہاں صرف انکے عقائد باطلہ کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنے کے بعد آپ کے عقل سلیم کو فیصلہ کرنے کی دعوت دوں گا۔

قرآن کے متعلق شیعہ عقائد:

قرآن مجید کی سالمیّت کی صداقت وہ اظہر من الشمس حقیقت ہے جس پر دنیا کفر بھی آج تک لب کشائی کی جرأت نہ کر سکی۔ چونکہ اسکی حفاظت کا ذمہ ایسی ذات اقدس نے اٹھایا جو ہر قسم کے ضعف سے پاک ہے۔ مگر افسوس اسلام کا لبادہ اوڑھنے اور اپنے آپ کو مومن مسلم کہلوانے والے مذہبی لٹیروں نے اس مقدس ولاریب کتاب کے متعلق ایسے نظریات وضع کئے جس سے اہل ایمان کے دل لرز اٹھتے ہیں جنہیں کوئی بھی ہوش وخرد رکھنے والا تسلیم نہیں کر سکتا۔ ذرا دل تھام کے سُنیئے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ مَا ادَّعٰی اَحَدٌ
مِّنَ النَّاسِ اِنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ
وَمَا جَمَعَهٗ وَحَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ

طالبٍ والائمّةُ من بعدِہٖ علیہ السلام ؎۱

ترجمہ: جابر سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے امام باقرؒ سے سُنا۔ لوگوں میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے سارا قرآن اسی طرح جمع کیا ہو جیسا کہ وُہ اُترا تھا۔ جو کوئی ایسا دعویٰ کرے وُہ جھوٹا ہوگا۔ نزول کے مطابق نہ تو اسکو کسی نے جمع کیا اور نہ کسی نے یاد کیا۔ مگر علیؓ بن ابی طالب نے اور اُن کے بعد آنے والے ائمہ نے۔

شیعہ کی مشہور و مستند کتاب احتجاج طبرسی میں چھٹی صدی ہجری کے مشہور شیعہ عالم ابو منصور احمد الطبرسی یوں لکھتے ہیں:

وَلَوْشَرَحْتُ لَكَ كُلَّمَا اُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِىْ هٰذَا الْمُجْرىٰ لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ اظهاره من مناقب الْاَوْلِيَاءِ ومثالب الْاَعْدَاءِ ؎۲

ترجمہ: اور اگر میں تمہارے سامنے واضح کر دُوں کہ کیا کچھ قرآن سے نکالا اور بدلا گیا۔ اور اس میں تحریف کی گئی۔ تو بات لمبی ہو جائے گی اور وُہ چیز ظاہر ہو جائیگی کہ تقیہ جس کے اظہار سے روکتا ہے، یعنی اولیاء کے مناقب اور اعداء کے عیُوب سے۔

اسی عبارت کو نقل کرنے کے بعد تفسیر صافی میں گیارھویں صدی کے ایک شیعہ محقق ملا محسن کاشانی لکھتے ہیں:

المستفادُ مِنْ جميعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وغيرِها من الرِّوَاياتِ من طريقِ اهلِ البيتِ عليهم السلام اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِى من اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهٖ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى محمّدٍ صلّى الله عليه وسلّم وٰالِهٖ - بَلْ منه ما هُوَ خلافُ ما انزلَ اللهُ ومنهُ ما هُوَ مُغَيَّرٌ و مُحَرَّفٌ وانّهٗ قد حُذِفَ عنه اشياءُ كثيرةٌ منها اسمُ على عليہ السلام

؎۱: اصول کافی، کتاب الحجہ، جلد اوّل ص۲۲۸، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ (تہران)

؎۲: احتجاج طبرسی جلد اوّل ص۲۵۴، مطبوعہ مشہد المقدسہ (ایران)

فی کثیرٍ مّن المواضع ومنها لفظةُ آلِ محمّدٍ صلی اللّٰہ علیھو غیرَ مرّةٍ ومنھا اسماءُ المنافقینَ فی مواضعھا ۔ ومنھا غیر ذلک وانّہٗ لیس ایضًا علی التّرتیبِ المرضیّ عند اللّٰہ ورسولہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وبہ قال بن ابراھیم [1]

ترجمہ: اِن سب احادیث اور اہل بیت کی دیگر روایات سے یہی ثابت ہے کہ یہ قرآن جو اس وقت ہمارے سامنے ہے پُورا نہیں ۔ جیساکہ رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر اُترا تھا ۔ بلکہ اس میں ایسی باتیں ہیں ۔ جو اللّٰہ کے نازل کردہ کلام کے خلاف ہیں ۔ ایسی بھی ہیں جن میں تبدیلی کی گئی ہے اور وہ تحریف شدہ ہیں اور ان میں سے بہت سی چیزیں نکال دی گئی ہیں اُنہی میں سے حضرت علی رضی اللّٰہ عنہٗ کا نام بھی تھا جو بہت سے مقامات پر تھا ۔ اور اُنہی میں آل محمّد کے الفاظ بھی تھے جو کئی جگہ تھے اور انہی میں کئی مقامات پر منافقین کے نام بھی تھے ۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی باتیں تھیں اور یہ بات بھی ہے کہ موجودہ قرآن اس ترتیب پر نہیں جو اللّٰہ اور اُسکے رسول کے پسندیدہ ہو ۔ اور یہی بات (مفسّر) علی بن ابراہیم نے کہی ہے ۔

شیعہ کا قرآن: خدا جب دین لیتاہے حماقت آہی جاتی ہے ۔ شیعہ حضرات تحریفِ قرآن کے سلسلہ میں اسقدر دُور چلے گئے کہ انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا خیال تک نہ رہا ۔ اپنی ذہنی اختراعیں ، من گھڑت باتیں اس کیطرف منسوب کرنے سے بھی باز نہ رہے ۔ کفارِ مکّہ جنہیں اپنی عربی زبان پر اور اپنی علمی فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز تھا ۔ قرآن کے باربار "چیلنج" "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِّثْلِہٖ" کے باوجود لب کشائی کی جرأت نہ کرسکے ۔ آیئے بطورِ نمونہ شیعہ کی ایک من گھڑت اور مسلّم روح کو چونکا دینے والی سورۃ ملاحظہ کریں ۔

سُورۃ الولایۃ سبع اٰیاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِالنَّبِیِّ

---

[1]: تفسیر الصّافی جلد اوّل صہ ۳۲ مطبوعہ ایران ۔

وَ بِالْوَلِیِّ الَّذِیْنَ بَعَثْهُمَا یَهْدِیَانِکُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ نَبِیٌّ وَّ وَلِیٌّ بَعْضُهُمَا مِنْ بَعْضٍ وَ اَنَا الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ۔ وَ الَّذِیْنَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا کَانُوْا بِاٰیَاتِنَا مُکَذِّبِیْنَ۔ اِنَّ لَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ مَقَامًا عَظِیْمًا ۰ اِذَا نُوْدِیَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَیْنَ الظَّالِمُوْنَ الْمُکَذِّبُوْنَ لِلْمُرْسَلِیْنَ مَا خَلَفَهُمُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُظْهِرَهُمْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ وَّ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ عَلِیٌّ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ [1] ؎

ناظرین یہ ہے اسلام اور قرآن کے ساتھ دشمنی کا ثبوت اس من گھڑت عربی عبارت کو قرآنی سُورۃ کا نام دینا اور کلام لم یزل کی طرف منسوب کرنا" اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ"

---

[1] : تحفہ اثنا عشریہ (عربی) مطبوعہ استانبول (ترکی) سن طباعت ۱۲۹۹ھ بحوالہ نام ونسب اسید نصیر الدین گوکڑوی)

" مصر کے جلیل القدر عالم شیخ محی الدین الخطیب نے ایران میں لکھے ہوئے قرآن کے ایک قلمی نسخہ سے سورۃ الولایۃ کا فوٹو بھی شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں" پروفیسر نولڈکی (NOELDEKE) نے اپنی کتاب تاریخ مصاحف قرآن (HISTORY OF THE COPIES OF THE QURAN) میں اس سورۃ کو شیعہ فرقہ کی معروف کتاب" دبستانِ مذاہب" (فارسی مصنفہ محسن فانی کشمیری) کے حوالے سے نقل کیا ہے جسکے متعدد ایڈیشن ایران میں شائع ہو چکے ہیں۔

مصر کے ایک ماہر قانون پروفیسر محمد علی سعودی نے مشہور مستشرق براؤن (BROWN) کے پاس ایران میں لکھا ہوا قرآن کا ایک قلمی نسخہ دیکھا تھا اس میں یہ" سورۃ الولایۃ" تھی۔ انہوں نے اس کا فوٹو لے لیا جو مصر کے رسالہ" الفتح" کے شمارہ ۸۴۲ کے صہ ۹ پر شائع ہو گیا تھا۔ شیخ محی الدین الخطیب نے اس کا عکس اپنی کتاب کے صہ ۳۱ پر شائع کر دیا ہے۔ علامہ نوری طبرسی مشہور شیعہ مجتہد نے بھی اپنی کتاب فصل الخطاب میں اس سورۃ کا ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو قرآن مجید سے ساقط کر دی گئی ہے (فصل الخطاب صہ ۲۲)"

ماخوذ حاشیہ : ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت (مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور) صہ ۲۷۷

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

قرآن اور خدا کے ساتھ کھلی بغاوت اور پرلے درجے کی بیدینی و ذلّت کا ثبوت ہے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اہل بیت و ائمہ اکرام رضوان اللہ علیہم کا گرویدہ و عاشق شو کرتے ہیں ـــــ کیا یہ ان نفوس قدسیہ کے ساتھ بد دیانتی نہیں؟ جنہوں نے قرآن کی حفاظت ونشر و اشاعت میں کٹ مرنے کی داستانیں کربلا کے ریگزاروں میں رقم کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انتہا پسند لوگوں کا نہ قرآن پر پہلے ایمان و یقین ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو یہ تقیہ کی صُورت میں دھوکہ دیتے ہیں۔

رسالت کے متعلق عقائد: اُمّت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی نعل اقدس کی شان میں تصوّر گستاخی لانے والا کافر و بیدین ہے۔ آیئے شیعہ مذہب کی انوکھی تفسیروں کا جائزہ لیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ لَایَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کسی حقیر چیز کی مثال بیان فرمانے سے نہیں رُکتا، مچھر ہو یا اس سے اُوپر"

"چھوٹے مچھر اور بڑے جانور سے مُراد کون کون مُراد ہیں۔ شیعہ مذہب کے مشہور مفسّر علی بن ابراہیم القُمّی یُوں رقمطراز ہیں۔"

عَنْ اَبِی عبد اللہ علیہ السّلام انّ ھذا المثل ضربہ اللہُ لِامیرالمؤمنین علیہ السلام فابعوضۃ امیرالمؤمنین علیہ السلام ومافوقھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ السّلام [1]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بیشک یہ مثال امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کیلئے ہے پس مچھر سے مُراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بڑے سے مراد ہیں (استغفرُ اللہ)

شیعہ مذہب میں جس طرح تقیہ (منافقت) تبرّا کو ایک خاص درجہ و مقام حاصل ہے اسی طرح متعہ جیسی لغو و بیہودہ رسم کو بھی بڑا درجہ کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کے معتبر مفکّر ملّا فتح اللہ کاشانی حضور علیہ السلام کیطرف منسوب کرکے لکھتے ہیں۔

---

[1]: تفسیر القمّی جلد اوّل صہ ۳۵ (علی بن ابراہیم القمّی) مطبوعہ قُم (ایران)

مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً کَانَ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الحسین علیہ السّلام، وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَین فَدَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الحسن علیہ السّلام، وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰث مَرّاتٍ کَانَ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام، وَمَنْ تَمَتَّعَ اربعَ مرّاتٍ فَدَرَجَتُہٗ کَدَرَجَتِی [1]

ترجمہ: جس نے ایک بار مُتعہ کیا۔ اُسے جناب حسینؓ کا درجہ مل گیا جس نے دو دفعہ کیا۔ اُسے جناب حسنؓ کا درجہ مل گیا۔ جس نے تین دفعہ متعہ کیا اُس نے جناب علیؓ کا درجہ پا لیا، اور جس نے چار مرتبہ مُتعہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہوگا (العیاذ باللہ تعالیٰ نقل کفر نباشد)

بعض حلقۂ عوام اہلسنت میں یہ دیکھنے کو آیا ہے کہ وُہ امام خمینی کو اتنا متشدّد اور غلوپسند گستاخ خیال نہیں کرتے بلکہ معتدل مزاج تصوّر کرتے ہیں، آئیے اُن کی زبانی سُنئیے۔

از ضروریاتِ مذہبِ ماست کہ کسے بمقاماتِ معنوی ائمہؑ (ع) نمی رسد حتّیٰ ملکِ مقرّب نبیِّ مُرسل [2]

ترجمہ: یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وُہ درجہ ہے۔ جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبیِّ مُرسَل بھی نہیں پا سکتا۔

بالیقین خمینی صاحب اور سرسیّد احمد خان کے کردار و افکار کا موازنہ کیا جائے تو کوئی خاص فرق نہیں، کسی سیاسی گروہ کا کامیاب لیڈر ہونا دنیا میں شہرت حاصل کرنا الگ بات ہے، یہ کوئی شرطِ ایمان نہیں۔ امّتِ مسلمہ کا امام و رہبر و رہنما و پیشوا ہونے کیلئے آداب دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنائی شرطِ اوّل ہے۔ خمینی صاحب نے اپنے افکار و نظریات اور امامت کا لوہا منوانے کیلئے ایسی ایسی یاوہ گوئیاں چھوڑیں جو تاریخ میں خمینی صاحب کا ہی سرمایہ زلیست ہو سکتا ہے۔ موصوف کا وصیّت نامہ جو صحیفۂ انقلاب کے نام سے شائع ہو چکا ہے اِس میں انکی ناعاقبت اندیشی کا ایک منظر دیکھئے لکھتے ہیں۔

---

[1]: تفسیر منہج الصادقین، جلد دوم صہ ۴۹۳ مطبوعہ انتشارات علمیّہ اسلامیہ جنب نورو زخان۔

[2]: ولایت فقیہہ (فارسی) صہ ۵۸ از امام خمینی

"میں بڑی جرأت کیساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ عصرِ حاضر میں ملّتِ ایران اور اس کے کروڑوں عوام عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہد کی ملّتِ حجاز اور عہدِ امیر المومنین و حسین بن علی صلوات اللہ علیہم اجمعین کے دُور کی ملّت کوفہ و عراق سے بہتر ہیں" ؎۱

آپ تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالیں۔ یہ دعویٰ دجّال زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔ سُورج چاند تک رسائی حاصل کرنے غیر مسلم مغربی سائنسدان بھی یہ فارمولا ایجاد نہ کرسکے۔ بلکہ یہ انہی لوگوں کے امام و پیشوا کا نقطۂ کمال ہے جو گستاخیٔ عظمتِ صحابہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

ازواجِ رسُول کے متعلق: ازواجِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم جو شان و عظمت کی مالکہ ہیں جن کے نام سُنتے ہی مسلمان کی نگاہیں جُھک جاتی ہیں۔ جنکے متعلق قرآن مجید رطب اللّسان ہے۔ "وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" ایمان والوں کے نزدیک انہیں امّہات کا درجہ ملا۔ مگر بدبختی جن لوگوں کا مقدّر بن گئی انہوں نے فرمانِ خُدا کا بھی کچھ پاس نہ کیا۔ اُن مقدس و معطر نفوس قدُسیہ کے متعلق ایسی ایسی بدگوئیاں کرڈالیں جن کو کبھی کوئی اہلِ ایمان پہ لانے کو بھی تیار نہیں۔ شعبہ مذہب کے مشہور محقق ملّاں باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

"چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر اُو حد بزند و انتقام فاطمہ از و بکشد" ؎۲

ترجمہ: جب ہمارے امام مہدی ظاہر ہوں گے تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پہ حد لگائیں اور اس سے فاطمہ کا بدلہ لیں۔ (استغفر اللہ)

یہ وُہ طیب و طاہر ہستیاں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے فرمایا "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" کہ کائنات کی کوئی زاہدہ، عابدہ، شاکرہ، قانعہ، ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پاسکتی۔ چاہیئے کتنے بڑے ولی۔ تقی۔ غوث، قطب، ابدال کی ہی اہلیہ کیوں نہ ہوں۔ انکی ردائے عزت و عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دائرہ اسلام میں آجانے کے بعد مرد ہو یا عورت جو ازواجِ رسولؐ کو ماں تسلیم نہ کرے نص قرآنی سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لیکن آپ فیصلہ

؎۱: صحیفہ انقلاب (خمینی) صفحہ ۱۳ مطبوعہ امامیہ پبلی کیشنز لاہور۔
؎۲: حق الیقین صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ انتشارات علمیہ بازار شیرازی جنب نوروخاں

ان اوباش لوگوں کے متعلق کریں جو مسلمان، مومن ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اُن عصمت مآب اُمہات المومنین کے بارے میں یاوہ گوئیاں کرتے ہیں جن کی ایک عام خاتون کی بھی ردائے عزت کے متعلق اسلام اجازت قطعی طور پر نہیں دیتا۔ ملاّں باقر مجلسی نے حضرت صدیق اکبرؓ وحضرت فاروقِ اعظمؓ ام المومنین حضرت حفصہؓ وحضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں لکھا ہے۔

" پس آں دو ملعون ودو ملعونہ باریک دگر اتفاق کردند کہ آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) را بہ زہر شہید کنند لہ

ترجمہ: پس ان دو ملعون مردوں اور دو ملعون عورتوں نے رسالت مآب علیہ السلام کو زہر دینے پر اتفاق کیا کیا کوئی اپنی ماں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کر سکتا .... ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ ان ملعون لوگوں کو حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عداوت ہے کہ جس کی آتش غضب ہر وقت ان کے سینوں میں شعلہ زن رہتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وُہ عظیم ماں ہیں جنہوں نے امتِ مُسلمہ پر یہ احسان فرمایا کہ دو ہزار دو سو دس احادیث نبوی کا سرمایہ ہمیں عطا فرمایا۔ آپکی علمی وسعت تو صحابہ اکرام میں بھی مسلّم تھی۔ جنکے متعلق مستدرک حاکم میں امام زُہری کا ارشاد موجود ہے کہ اگر تمام لوگوں کا علم حتیٰ کہ امہات المومنین کا علم بھی یکجا کیا جائے تو سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کا علم ان سب سے وسیع ہے ...... وُہ عظمت کی وارثہ ماں جب محبوبِ خدا اِس عالم رنگ و بُو سے دارِ بقا کیطرف رجوع فرما رہے تھے اپنا سرِ انور عائشہ صدیقہؓ کی گود میں رکھا تھا ...... وُہ مقدس گھر جو انوارِ نبوّت کا آئینہ دار بنا جس کے تقدس کو حرمِ قدس سے اونچا درجہ ملا۔ جس کے اردگرد ستر ہزار ملائکہ صبح شام طواف کناں اور تعظیم و تقدیس کے نغمے گاتے ہیں وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقام ابدی عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ اقدس ہی ٹھہرا۔ جسے آج گنبدِ خضراء کہتے ہیں —— یہ عائشہ صدیقہؓ کا ہی بستر تھا۔ جو محبُوبِ خُدا کیلئے مہبطِ وحی بنایا گیا اور کسی کے بستر کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا —— آپ ہی کی برأت پاکدامنی۔ طہارت۔ عظمت۔ سیرت کی تصدیق قرآن مجید سورۂ نُور میں واشگاف الفاظ میں خود ربّ لم یزل نے فرمائی۔

اور پھر وہ ام المومنین سیدہ طیبہ۔ طاہرہ۔ نفیسہ حفصہ رضی اللہ عنہا کائناتِ ارضی کی کون وُہ

لہ: حیاتُ القلوب جلد دوُم صد ۶۰۸ ؛

زاہدہ ہوگی۔ جو تقویٰ و طہارت و عبادت میں آپ کی مثال ہو؟ —— وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا "اِنّھا صوامۃ قوامۃ" جس کی راتیں پروردگارِ عالم کے حضور قیام میں گزر جاتی تھیں۔ جس کے نہار رضائے خُدا کے حصُول کی خاطر صوم میں بسر ہوئے۔ —— کون ہے اس خاکدانِ گیتی پر جو امّ المومنین رفیقہ حیات رحمۃ للعالمین کی عبادت۔ زہد۔ تقویٰ۔ طہارت کو احاطہ تحریر میں لا سکے؟ —— تاریخ جس کی کثرتِ عبادت تواضع انکساری کے متعلق رطبُ اللسان ہے۔

"ماتت حفصۃ حتیٰ ما تفطر" ؎۱

کہتے ہیں حضرت حفصہؓ نے زندگی میں ایک دن کا بھی روزہ ترک نہ کیا۔

اس صائمُ النہار، قائمُ اللیل مالکہ فردوس بریں کے متعلق ایسی بد زبانی و بدگوئی کرنے والا کب مسلمان کہلا سکتا ہے۔ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شیعہ کتب میں جو کچھ لکھا ہے۔ جسم لرز جاتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ایک بندہ مومن کا جگر ٹوٹے ہو جاتا ہے۔ صرف یہاں پردہ سرکانا مقصود ہے اسلیئے اگر کسی کا دل مانے اُن کی زندیقیت کے مطالعہ کا اشتیاق ہو تو ملاں باقر مجلسی کی حیاتُ القلوب جیسی بدنام زمانہ کتاب کو پڑھ لے جس میں انہوں نے حرم رسول پر زہر افشانی کی جو انکی بدبختی کی منہ بولتی تصویر ہے، لکھتے ہیں۔

دربیانِ شقاوت مآلِ عائشہؓ وحفصہؓ ؎۲

ترجمہ: (سیدہ) عائشہؓ اور (سیدہ) حفصہؓ کے بُرے انجام کے حالات کے بیان میں۔

دورِ حاضر میں ایسی ایسی تصانیف اس پاک سرزمین میں بکھیری جا رہی ہیں۔ جن میں ازواجِ محبوبِ خدا کو ایسی تشبیہات اور مذموم حملوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس کی فقط وجہ یہ ہے کہ ہمارے ضمیر مُردہ ہو چکے ہیں ان کی چالوں سے بیگانہ مسلمان آسودہ خواب ہو کر رہ گئے ہیں —— آخر ایسا کیوں ہے؟ —— کب تک؟ —— مسلمان ہونے کے ناطے سے ایک بیٹے کو یہ روا تو نہیں کہ اپنی ماں کے مقدس دامن پر لگنے والی جھوٹی لغو تہمتوں پہ خاموش رہے۔ —— درندہ صفت

؎۱ : سیرُ الصحابیات صہ ۳۷ سن طباعت ۱۳۶۷ھ مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت)

؎۲ : حیاتُ القلوب جلد دوُم صہ ۶۰۸ ؛

فرّاق اس کی ماں کی عزت کو طعنوں کا نشانہ بناتے رہیں یہ تماشائی بنا رہے ــــــ اگر آپ بھی اپنی ماں کے متعلق ــــــ کنجری[1] ــــــ بازاری عورت[2] - باندی[3] امریکن و یورپین[4] ــــــ عورتوں کیساتھ تشبیہات کو ایک بیٹا ہونے کے باوجود برداشت نہیں کر سکتے ــــــ اور یقیناً نہیں ہرگز نہیں کر سکتے ــــــ تو پھر ایک اُمّت کے غمخوار، مدینے کے تاجدار۔ رحمت للعالمین کی ازواجِ پاک ہی اس قدر مظلوم و بےبس ولاچار ہیں جن کو ایسے غلیظ ناموں سے ایک گھناؤنی سازش کے تحت کتابوں اور تقریروں میں مستقل نشانۂ تضحیک بنایا جا رہا ہے ــــــ تو کیا پھر ایسے دور میں سُنی العقیدہ مسلمان کہلوا کر ماں کی عزّت و عظمت کے تم رکھوالے ہو یا ...... ؟ یاد رکھو! قرآن میں جس ماں کی عزّت و عظمت کا بیان ہے ــــــ جبرائیل امین کا جس پر سلام ہے ــــــ بارگاہِ مصطفوی میں حمیرا جس کا نام ہے ــــــ اس کی عزّت پر مرنا اصل ایمان ہے ــــــ کیونکہ اس وارثۂ ردائے تطہیر کی شان میں بک بک کرنے والا یکّا بے ایمان ہے ؎

جو منکرِ قرآں ہے مسلمان نہیں ؛ مومن تو وہ کیا ہو سکے انسان نہیں
ازواجِ نبیؐ کو ماں نہ سمجھا جس نے ؛ اس شخص کا کوئی دین نہیں ایمان نہیں

(نصیر)

اصحابِ رسولؐ کے متعلق عقائد: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ عظیم المرتبت شخصیات جنہوں نے بلاواسطہ بارگاہِ نبوی سے علوم و معرفت کے گہرے بہا لوٹے اور زندگی بھر غلامیٔ محبتِ رسولؐ کا دم بھرتے رہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ کو سینوں سے لیکر صحیفوں تک محفوظ کیا اور ہم تک پہنچایا اُن کے اس غیر معمولی احسان کو اُمّتِ مصطفوی کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ جنکے شب و روز معیّتِ محبوب میں گذرے ــــــ جنہوں نے جانوں کے نذرانے پیش کر کے عرب کے تپتے ریگزاروں میں عشق و محبّت کی لازوال داستانیں اپنے

---

[1] آنگن ڈائجسٹ ماہنامہ لاہور [2] اُمّہات المومنین ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ایسے الفاظ شیعہ کتب منسوب کئے گئے ہیں ملاحظہ کیجئے درج ذیل کتب [3] چراغِ مصطفوی اشتیاق کاظمی صد ۱۷
[4] : حقیقت فقہ حنفیہ غلام حسین نجفی لاہوری صد ۶۴ ؛

خون سے رقم کیں ـــــ جنہوں نے اقتدار و دولت و ثروت دُنیا کی خاطر نہیں فقط غلامی رسُول میں اپنا وطن، گھر، زر، مال، اولاد چھوڑ کر تن تنہا محبوبِ خُدا کا دامن پکڑ کر مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت کی اُن کے ارادوں کو اولاد کی عزیز و اقارب و دستوں کی محبت متزلزل نہ کر سکی ـــــ پرُوردگارِ عالم نے جن نفوسِ قدسیہ کو معیارِ ایمان قرار دیا ـــــ جن کو اِس عالمِ فانی میں جنت کا مژدہ سُنا کر اپنی رضاء خوشنودی کا اظہار کیا گویا اُن کا احترام درحقیقت اطیعوالرسُول ہے۔ اُن ذواتِ جلیلہ کیلئے جو ایمان سوز الفاظ شیعہ مذہب کی کتب میں لکھے ہیں۔ ایک مسلمان کی رگِ ایمانی سُنتے تڑپ اٹھتی ہے۔ چنانچہ شیعہ کے مستند ترین اور درجہ اوّل کے محدّث ملاّ محمّد بن یعقوب الکلینی حضرت امام باقرؒ کیطرف منسوب کرتے ہوئے اپنا عقیدہ لکھتے ہیں۔

كَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ اِلَّا ثَلٰثَةٌ فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ المقداد بن الاسود، وابوذر غفاری، وسلمان الفارسی رحمة الله وبركاتهٗ عليهم [1]

ترجمہ: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی کے سوا سب لوگ (یعنی صحابہ) مُرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) آگے مزید لکھتے ہیں۔

وَاَنَّ الشَّيْخَيْنِ فارقا الدّنيا ولم يتوبا ولم يتذكّرا ما صنعا بامير المؤمنين عَلَيْهِ السّلام فَعَلَيْهِمَا لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [2]

ترجمہ: ابوبکرؓ و عمرؓ توبہ کے بغیر دُنیا سے چلے گئے اور انہوں نے جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا اُسے کبھی یاد تک نہ کیا۔ سو اُن پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت (استغفر اللہ)۔

---

[1]: فروع کافی جلد سوم کتاب الرّوضہ صـ ۱۱۵ طبع لکھنو۔

[2]: فروع کافی جلد سوم کتاب الرّوضہ صـ ۱۱۵ طبع لکھنو۔

اپنے بزرگوں کی اطاعت کرتے ہوئے خمینی صاحب بھی اس مقام پر اپنا منافقانہ کردار ادا کرتے ہوئے یوں زہر اُگلتے ہیں۔

ما خدائے را پرستش میکنیم ومیشناسیم کہ کارہائش بر اساس خرد پایدار بخلاف گفتہ ہائے عقل ہیچ کارے نہ کند نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از خدا پرستی وعدالت ودینداری بنا کند وخود را بخرابی آں بکوشد ویزید ومعاویہ وعثمان وازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را بمردم امارت دہد۔ لہ

ترجمہ: ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں۔ جس کے سارے کام عقل و حکمت کے مطابق ہوں۔ ایسے خدا کو نہیں جو خدا پرستی اور عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور خود ہی اس کی بربادی کی کوشش کرے اور یزید و معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں، بدقماشوں کو امارت اور حکومت سونپ دے۔

آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق شیعہ افکار کو ملاحظہ کیا۔ کیا یہ پیغمبر اسلام کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔

جنہوں نے اپنے جسم اقدس پر دُنیائے ستم کے تمام مصائب برداشت کئے۔ طائف کے بازاروں میں پتھروں کی مشق ستم سہی۔ ان عظیم ہستیوں کی ایک جماعت تیار فرمائی۔ جنکی کامیابی کا رہی کیلئے شب و روز دعائیں فرماتے رہے۔ آپ کی دُعاؤں، التجاؤں کا یہ ثمر تھا کہ بارگاہِ خُداوندی سے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کا انعام ملا۔ جن کو كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فرمایا گیا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ کی مصداق ان کے علاوہ کوئی اور جماعت نہ ٹھہر سکی۔ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ۔ کا وعدہ انہی نفوس قدسیہ سے کیا گیا اور ابدی جنت کا مژدۂ جانفزا اس دار فانی میں سُنا دیا گیا۔

جن کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم ہدایت فرما کر امت کے لئے صراطِ مستقیم کی تعین میں آسانی فرما دی۔

لہ: کشف الاسرار (خمینی) صـ۱۰۷ ::

جس مقدس جماعت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ذی وقار اس دور پُر آشوب میں نقارہ ہدایت ہے۔

لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فان اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ احد ذھبا ما بَلَغَ مد احدھم ولا نصیفہٗ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

خبردار: میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہنا مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو ان کی مٹھی بھر جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ ناظرین یہاں اگر بے سُود طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ایسی کتابوں کی لمبی فہرست پیش کرتا جنکے صفحات ان خرافات سے پراگندہ پڑے ہیں۔ جن میں شانِ صحابہ پر مذموم شیطانی حملے کئے گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کا دین مصطفٰے سے کیا رشتہ جو آتش بغض عناد میں اس طرح جل بھُن چکے ہیں کہ انہیں ارشاداتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کوئی پاس نہ رہا۔ ــــــ پھر کتنے کم بخت ہیں وہ لوگ جو ایسے لوگوں کی ہمنوائی اور وکالت کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے ان کے ساتھ اپنی رشتہ داریاں قائم کرتے ہیں۔ " اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ۔

اہلسنّت کے متعلق عقائدِ شیعہ: شیعہ مذہب میں تقیہ (منافقت) کو بڑا کمال حاصل ہے۔ اسی وجہ سے سادہ لوح سنّی مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ خصوصًا پاکستان میں چونکہ ان کی افرادی کثرت محدود ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ سنّی شیعہ بھائی بھائی کا تصور ایک منظم تحریک کے تحت عوام الناس کے ذہنوں میں بٹھاتے رہتے ہیں۔ حقیقت میں اِن کے عقائد اہلسنت کے متعلق بڑے خطرناک ہیں۔ ذیل میں انکی کتب سے چند حوالہ جات پیشِ خدمت کرتا ہوں۔ آپ خود ہی اپنے عقلِ سلیم سے فیصلہ کیجئے گا کہ یہ لوگ کس حد تک اہلسنت والجماعت کے متعلق مثبت اندازِ فکر، یگانگت واخوت رکھتے ہیں۔ شیعہ مذہب کے مشہور محدث ملّاں باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

" مرا خبر دہ از حالِ ابوبکر وعمر؟ حضرت فرمود: ھر دو کافر بُودند وھر کہ ایشاں دوست دارد کافر است" [1]

---

[1]: حق الیقین جلد دوم ص ۵۲۲

ترجمہ: کسی نے حضرت زین العابدین سے دریافت کیا کہ مجھے صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں کچھ بتائیں تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وُہ دونوں کافر تھے اور جو کوئی انہیں دوست رکھے وُہ بھی کافر ہے۔

ملّاں باقر مجلسی نے آگے مزید لکھا ہے۔

آں بدتر است از ولدِ زنا۔ بدرستیکہ حق تعالیٰ خلقے بدتر از سگ نیافریدہ است و ناصبی نزدِ خدا خوار تر است از سگ ؎۱

ترجمہ: ناصبی (جو ابوبکرؓ وعمرؓ کو افضل سمجھتا ہے) ولد الزنا سے بھی بدتر ہے یہ صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کتے سے بدتر کسی چیز کو نہیں بنایا لیکن ناصبی خدا کے نزدیک کتے سے بھی زیادہ خوار و بدتر ہے۔

اس مقام پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید گل افشانی کرتے ہیں۔

" وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود۔ پیش از کفار ابتداء بہ سُنیاں خواہد کرد با علمائے ایشاں وایشاں را خواہد کشت و در مجمع البیان نیز مضمون ایں حدیث از آنحضرت روایت کردہ است ؎۲

ترجمہ: جب امام مہدی ظاہر ہونگے تو دوسرے کافروں سے بھی پہلے سنیوں کے علماء سے ابتدا کرینگے اور انہیں قتل کرینگے نیز تفسیر مجمع البیان میں بھی حدیث کا یہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اہلسنّت حضرات ذرا جگر تھام کر شیعہ مذہب کے مستند ترین محدّث کا فیصلہ کن فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

اَنَّ النَّاسَ کلّھم اولادُ بَغایا مَاخَلا شیعتنا ؎۳

ترجمہ: ہمارے شیعہ کے سوا سب کے سب لوگ حرام زادے ہیں۔

آج تک مسلمان ان کی دو رنگی چال نہ جان سکے یہ لوگ مختلف حیلوں میں اپنے مذہب کے پھیلاؤ کیلئے ہر ممکن حربے استعمال کرتے ہیں اور اپنے مکروہ گھنونے کردار پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں۔ یہ

؎۱ : حق الیقین جلد دوئم صہ ۵۱۶ ؛

؎۲ : حق الیقین جلد دوم صہ ۵۲۷ ؛

؎۳ : فروع کافی کتاب الروضہ جلد سوئم صہ ۲۸۵ ؛

یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا نہ کسی کو مسلمان تصور کرتے ہیں اور نہ اپنے سوا کسی کو مومن گمان کرتے یا کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو مصلحت آشنائی کا درس دیتے ہیں۔ وُہ ان کے اس پروگرام کے اندازِ فکر کی حقیقت سے بے خبر ہیں انہیں کیا خبر کہ اُنکی مصلحت کا نقطہ آخر تفضیحک صحابہ کرام ہے

جو تجھے بھول گئے تجھ کو بھی لازم ہے امیر
خاک ڈال، آگ لگا، نام نہ لے، یاد نہ کر

رافضیت آئینہ حدیث میں: کتب احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امتِ مسلمہ کو افراط و تفریط کا شکار کرنے والے گروہ کا اصل رُوپ کیا ہے اور یہ کون لوگ ہیں ان کا پروگرام اور نام کیا ہے۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل اپنی امت کو ان لوگوں کے بُرے ارادوں مکروہ دھندوں سے آگاہ فرما دیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کا اصل رُوپ کیا ہے۔ مشہور محدّث علّامہ حافظ ابن حجر المکیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے دار قطنی کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَیَاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ قَوْمٌ لَّھُمْ نَبَزٌ یُقَالُ لَھُمُ الرَّافِضَۃَ فَاِنْ اَدْرَکْتَھُمْ فَاقْتُلْھُمْ فَاِنَّھُمْ مُشْرِکُوْنَ قَالَ یارسول اللہ ما العلامۃ فیھم؟ قال یقرطونك بما لیس فِیْكَ ویطیعنون علی لسلف [1]

ترجمہ: (اے علیؓ) عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا بُرا لقب ہوگا جنہیں رافضی کہا جائے گا۔ اگر تو انہیں پائے تو قتل کر دینا کیونکہ وُہ مشرک ہیں (حضرت علی فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کی نشانی کیا ہوگی فرمایا کہ وہ آپ کی طرف ایسی باتیں منسُوب کریں گے جو آپ میں موجود نہیں اور سلف (صحابہ کرام) پر طعن کریں گے۔

ایک اور حدیث الذہبی نے ابراہیم بن حسن بن حسین بن علی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے بیان کی ہے کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، نے ارشاد فرمایا کہ:

---

[1]: الصواعق المحرقہ صہ ۴۶

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَظْہَرُ فِیْ اُمَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُسَمَّوْنَ الرَّافِضَۃَ یَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ [۱]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری اُمت میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ دے گی۔

معلوم ہُوا کہ اس گروہ کا نام رافضی ہے رافضی امام کو چھوڑ دینے والے کو کہتے ہیں لیکن آج پر لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے نام کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو شیعہ نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ ان کو رافضیت کا لقب اُس وقت مل گیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ، کو چھوڑ دیا۔ اسلیئے کہ وُہ صحابہ پر طعن نہیں کرتے تھے۔

جیساکہ علامہ ابن طریح نجفی مجمع البحرین میں رافضہ کے بارے میں لکھتے ہیں ” کہ یہ وُہ فرقہ ہے جنہوں نے حضرت سیدنا زید بن علی کو اُس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ کرام پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب رافضہ کو پتہ چلا کہ یہ شیخین (صدیقؓ و فاروقؓ) رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا نہیں کہتے تو اُن لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر یہ لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا۔ [۲]

امام جعفر صادق کا فرمان:

اگرچہ یہ لوگ اس حقیقت سے آپ انکار تو نہیں کر سکتے کہ اِن کا نام رافضی ہے۔ آئیے اِنہی کی کتب سے ان کا نام رافضی ثابت ہے اِس پر کثیر براہین موجُود ہیں۔ آئیے یہ گروہ جن کو اپنا پیشوا و مقتدر امام تصوّر کرتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق انکی زبانی اِن کے نام کی تصدیق کراتے ہیں۔ مشہور کتاب فروع کافی میں ملّاں محمّد بن یعقوب الکلینی لکھتے ہیں۔

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام الرافضۃ قال قلت نعم قال واللہ ماھم اسموکم بل اللہ سماکم [۳]

۱: الصّواعق المحرقہ صہ ۴۶

۲: خلفائے رسول صہ ۳۳ الصّواعق المحرقہ صہ ۱۸۹ ۳: فروع کافی کتاب الروضہ جلد سوئم صہ ۱۶
ناسخ التواریخ جلد دوم صہ ۵۹۰ مطبوعہ ایران بحوالہ رحماءُ بینہم جلد دوم صہ ۳۲۸

ترجمہ: کیا اہلِ تشیع کا نام رافضی ہے فرماتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں خدا کی قسم تمہارا یہ نام خدا نے رکھا ہے۔

اس کے بعد یقیناً اگر کوئی استدلال وغیرہ وضع کرے تو بے سود ہی ثابت ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ شیعہ بھی کوئی معنی خیز نام نہیں۔ اگر اس نام کے متعلق آپ کا اصرار ہے تو سنیئے۔

تحقیق لفظ شیعہ: اکثر حضرات شیعیت کے استدلال میں قرآنی آیت پیش کرتے ہیں۔

وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ [۱]

ترجمہ: بے شک ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے۔

غور کریں یہاں ایک گروہ کے معنی میں شیعہ لفظ استعمال ہوا۔ تاکہ مذہب کے معنی میں اسکے علاوہ کسی ایک مقام پر بھی قرآن مجید میں مذہب کے معنی اس سے مراد نہیں لئے گئے یہاں جب ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کا تذکرہ آیا تو ارشاد ہوا۔

مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ [۲]

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ باطل سے ہٹ کر حق کیطرف مائل مسلمان۔

اب یہ بات تو قرآن مجید سے ہی نکھر آئی کہ آپ جہاں پہ ابراہیم کے مذہب کا ذکر ہوا وہاں پہ شیعہ لفظ کا اطلاق نہ آیا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے جسطرح وہ نبی تھے اسی طرح یہ بھی نبی تھے۔

دوسری تحقیق: بالفرض اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان آیات کے بارے میں کیا کہا جائیگا۔

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا [۳]

---

[۱]: پارہ ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت آیت ۸۳ ع ۷

[۲]: پارہ ۳ سورہ آلِ عمران آیت ۶۷ ع ۱۵

[۳]: پارہ ۲۰ سورہ القصص آیت ۴

ترجمہ: بیشک فرعون نے زمین میں تکبّر کیا اور اپنے اہلِ وعیال کو شیعہ بنا دیا تھا۔

قابلِ توجہ حقیقت ہے کہ اگر یہاں مذہب ہی مُراد لیا جائے تو کیا اِس آیتِ کریمہ کی رُو سے فرعون کا اور اِس کے اہل وعیال کا مذہب شیعہ ماننا قرآن کے استدلال سے ثابت ہُوا یا نہیں؟

ایک اور مقام پر کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے فرمایا جا رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ [1]

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین کی دھجیاں اُڑا دیں اور شیعہ بن گئے۔ اے حبیب مکرّم آپ اُن میں سے نہیں !!

جس گروہ سے حبیب کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو الگ کیا جا رہا ہے اُس کو اپنا گروہ یا مذہب اختیار کرنا یقیناً بہت بڑی گمراہی ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن مجید میں شیعہ کا ذکر یُوں آیا ہے۔

ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا [2]

ترجمہ: پھر نکالیں ہر شیعہ سے جو کہ خدا تعالیٰ کا سب سے زیادہ نافرمان ہوگا۔

کئی ایسی آیات بینات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ فساد برپا کرنے والے احکام باری تعالیٰ کے نافرمان گروہ کا نام ہے۔

تم کیا تھے اور حال تمہارا یہ کیا نکلا:: دیکھو تو اپنے منہ کو گریبان میں ڈال کر

اہلبیت سے بیوفائی: یہ ایسے افراد کا گروہ جو آج کل حُبِ اہلبیت رسول کے دعویٰ کی آڑ میں صحابہ کرام وسلف صالحین پر سبّ شتم کرتا ہے۔ درحقیقت یہ تاریخ بڑی قدیم ہے جب سے یہ ان لوگوں نے صحابہ کرام کو نشانہ تنقیص وتضحیک بنانے کیلئے اہلبیت رسول کی محبت کو بطور ڈھال استعمال کیا۔ انکے دلوں میں صحابہ کرام کیطرح اہلبیتِ اطہار سے بھی کوئی عقیدت ومحبت نہ تھی کیونکہ خاندان رسول کی وفاداری کی داستانیں مشہور ہیں کوئی روم سے آئے یا حبش سے سیاہ فام ہو یا سفید فام انہوں نے اخلاق —

۱: پارہ ۸ سورہ الانعام آیت ۱۶۰

۲: پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت: ۶۹

نبوی کی روشنی میں کبھی کسی سے اظہاری بیزاری نہ فرمایا بلکہ دُنیا جہاں کے ٹھکرائے ہوئے افلاس و تنگ دستی کی ذلّت آمیز چکی میں پسے ہوئے گردشِ آفاق جن کی عزّت قدر و منزلت کے در مسدود کر چکی تھی۔ ذلّت و رُسوائی زمانہ جاہلیت میں جنکا مقدر بن چکی تھی، تہذیب و تمدّن سے نا آشنا بد تہذیبی، بے حیائی، چوری، شراب خوری۔ وادئ کفر و شرک میں جن کی سسکتی لاشیں دُم توڑ رہی تھیں۔ اِس ٹھٹھری ہوئی انسانیت کو قہرِ مذلّت کے گڑھے سے نکال دو جہاں میں سر بلند کر دیا شیعہ کتب سے یہ بات عیاں ہے کہ اِن لوگوں نے یعنی جو آج اپنے آپ کو فدائی یا شیدائی کہتے ہیں، خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنوں کے رُوپ میں وہ سلوک روا رکھا کہ وُہ ہمیشہ ان کے کردار سے اظہارِ بیزاری فرماتے رہے۔ شیعہ مذہب کے مشہور مُستند عالم علامہ ابو منصور احمد الطبرسی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب احتجاج طبرسی میں اُن خطبات کو منضبط کیا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں شیعوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمائے اگرچہ ان کا احاطہ یہاں کرنا مشکل ہے بطورِ نمونہ اُن سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں، مُلاحظہ کیجئے:

ایّھا النّاسُ انیّ استنفرتکم لجھاد ھؤلاء فلم تنفروا وأسمعتکم فلم تجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا، شھودًا بالغیب ـــــ أُتلوا علیکمُ الحکمة فتعرضون عنھا وأُعظکم بالموعظة البالغة فتنفرونَ عنھا، کأنّکم حمر مستنفرة فرت من قسورة [1]

ترجمہ: اے لوگو میں نے تم کو جہاد کیلئے تیار کرنا چاہا تم تیار نہ ہوئے میں نے تم کو دین کی باتیں سُنائیں، پس تم نے جواب نہ دیا میں نے تم کو نصیحتیں کیں پس تم نے قبول نہ کیں۔ مَیں نے تم پر دانائی کی باتیں تلاوت کیں تو تم انکار کرتے ہو۔ تمہیں عجیب انداز میں وعظ کرتا ہوں تو تم جُدا ہو جاتے ہو گویا کہ تم ایسے گدھے ہو جو کہ شیر سے بھاگتے ہوں۔

تقولون اِنَّ علیًّا یُکذب کما قالت قریش لنبیّھا وسیّدھا نبی الرّحمة، محمّد بن عبد اللہ فبا ویلکم نعلی من اکذب باعلی اللہ

---

[1]: احتجاجِ طبرسی جلد اوّل صـ۱۷۳ مطبوعہ مشہد المقدسہ ؛

ــــ ام علی رسولہ ۱؎

تم کہتے ہو کہ علی جھوٹ بولتا ہے جس طرح قریشی اپنے نبی رحمت محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹا کہتے تھے خدا تمہیں تباہ کرے۔ بھلا میں کسی پر کذب بیانی کر سکتا ہوں خدا پر یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پرـــ

واللہ لوددت أن معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ فی عشرۃ منکم وأعطانی واحداً منھم، واللہ رددت انی لم أعرفکم، ولم تعرفونی ۲؎

خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ معاویہؓ مجھ سے دس درھم لے اور ایک درھم دے یعنی میرے بے وفا شیعہ مجھ سے دس لے لے اور اس کے بدلے میں ایک جوانمرد وفادار دے دے۔ خدا کی قسم مجھے یہ بات بے حد پسند ہے کہ نہ میں تمہیں پہچانوں اور نہ تم مجھے پہچانو۔

وظھرت فیکم الفواحش والمنکرات، تمسکم وتصبحکم کما فعل باھل المثلات من قبلکم۔

(یاد رکھو) تم میں بے حیائی اور غیر شرع امور ظاہر ہو چکے ہیں جو تمہیں صبح وشام ایسا برباد کریں گے جیسا کہ تم سے پہلے تمہاری طرح کے لوگوں سے کیا گیا۔

پھر بارگاہِ خداوندی میں ان کی بے وفائیوں سے بیزار ہو کر دُعا فرمائی۔

اللّٰھم انی قد مللتھم وملونی، وسئمتھم وسئمونی اللّٰھم لا ترض عنھم أمیراً ولا ترضھم عن امیر، وأمث قلوبھم کمایمات الملح بالماء ۳؎

۱؎ : احتجاج طبرسی جلد اوّل صـ۱۷۴ مطبوعہ مشہد المقدسہ۔

۲؎ : احتجاج طبرسی جلد اوّل صـ۱۷۴ مطبوعہ مشہد المقدسہ۔ احتجاج طبرسی جلد اول صـ۱۷۵ مطبوعہ مشہد المقدسہ

۳؎ : احتجاج طبرسی جلد اوّل صـ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ السّعید مشہد المقدسہ۔

ترجمہ: اے اللہ بلاشبہ میں ان پر ناراض ہوں انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ اے اللہ میرا ان پر راضی نہ ہونا ہمیشہ خواہ امیر ہو یا غریب۔ اے اللہ ان کے دلوں کو ایسا مار دے جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیوفائی: اسی طرح یہ لوگ خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی حضرات کے ساتھ بھی محبت کا دعویٰ کرتے مگر ہر ایسے وقت جب یہ لوگ ان کو صحابہ کرام کے ساتھ وفا کرتے دیکھتے تو آگ بگولہ ہو جاتے اس لئے کہ ان کی سیاسی تحریک کا مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب و شتم کرنا تھا۔ یہی لوگ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیوفائی کی۔ اب جب مسندِ خلافت مرتضوی پر شہزادہ حیدرِ کرار امام سیدنا حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ زینت افروز ہوئے۔ ان لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جگر گوشہ بتول نے جب حسنِ تدبر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع تر مفاد کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا اور ان نام نہاد محبین کو بلا کر جب اپنا پروگرام بیان کیا انکے دلوں میں ازلی عداوت صحابہ رضی اللہ عنہم شعلہ بن کے بھڑک اٹھی۔ جس کا تذکرہ شیعہ حضرات کے مشہور مفکر مستند عالم ملاں باقر مجلسی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب جلاء العیون میں یوں کیا ہے۔

این سخنان را از حضرت شنیدند بیکدیگر نظر کردند گفتند از سخنان او معلوم میشود که میخواہد با معاویہ صلح کند و خلافت را باو واگذارد پس ہمہ برخواستند گفتند او مثل پدرش کافر شد بخیمہ آن حضرت ریختند و اسباب حضرت را غارت کردند حتیٰ مصلای حضرت را از زیر پایش کشیدند ردای مبارکش را از دوشش ربودند [1]

ترجمہ: جب انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے یہ باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے آپس میں کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے کا خواہشمند ہے اور خلافت اس کے سپرد کرنے والا ہے پس سب کے سب کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے اپنے باپ کی طرح یہ بھی کافر ہو گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے خیمے کو پھاڑ دیا۔ سامان لوٹ لیا۔

---

[1]: جلاء العیون ملاں باقر مجلسی ص ۳۹۰ مطبوعہ تہران ؛

حتیٰ کہ پاؤں کے نیچے سے مصلّٰی کھینچ لیا اور آپ کے دوشِ مبارک سے چادر کھینچ لی۔
مجلسی صاحب ایک اور مقام پر مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں لکھتے ہیں۔
"پس بیست ہزار کس از اہل عراق با امام حسنؓ بیعت کردند و آنہا کہ با او بیعت کردہ بودند شمشیر برروئے او کشیدند"[1]

ترجمہ: پس بیس ہزار اہل عراق نے امام حسنؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہی تلوار آپ کے مُنہ (مبارک) پر کھینچی۔

یہی اہل عراق جنہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت توڑ دی

امام حسینؓ کا خطاب: ایک بار پھر شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوشِ مصطفٰے، نور دیدہ مرتضٰی، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت و محبت، وفا کا اظہار کرنے لگے مگر آپ جانتے تھے کہ شیعان کوفہ بدعہد و بے وفا لوگ ہیں مگر انہوں نے مختلف حربے استعمال کرکے بذریعہ خطوط اپنے آپ کو شیعہ۔ مومن۔ عہد و پیمان کے پکے مسلمان ثابت کرنے کی بیحد کوشش کی نمونہ کے طور پر جلاء العیون سے ایک خط ملاحظہ کیجئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ: ایں نامہ ایست بسوئے حسینؓ ابن علیؓ از جانب سلیمان ابن صُرد خزاعی و مسیّب ابن نجبہ و رفاع ابن شداد و ابن مظاہر و سائر شیعیان اُو از مومناں و مسلمانان کوفہ سلام خدا بر تو باد[2]

ترجمہ: سلیمان ابن صُرد خزاعی مسیّب ابن نجبہ اور رفاع بن شداد بن مظاہر اور باقی شیعیان کرام کیطرف سے یہ خط سیدنا حسینؓ بن علی کیطرف بھیجا جا رہا ہے۔ وُہ شیعہ اہل کوفہ کے مومنوں اور مسلمانوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی آپ پر دائم و قائم ہو۔

ایسے مکتوب جو روزانہ کئی درجنوں کے حساب سے آپکی خدمت میں آنے لگے اور آپ کو کُوفہ میں بُلایا جانے لگا حتیٰ کہ انہوں نے خطوط میں لکھنا شروع کیا۔ امام ذی وقار اگر آپ نہ آئے کل قیامت

---

[1]: جلاء العیون مُلّاں باقر مجلسی ص ۳۹۴ مطبوعہ تہران۔
[2]: جلاء العیون ص ۵۶۶ ؍؍

کو ہماری گمراہیوں کے ذمہ دار آپ ہونگے آپ اتمام حجت کیلئے اشاعت اسلام کی خاطر جب پہنچے یہی لوگ تلواریں ننگی لئے مقابلہ میں آ گئے۔ شیعیان کوفہ کے اس کردار کو دیکھ کر امام عالیمقام نے اِن سے جو خطاب کیا انکی مشہور کتاب جلاء العیون میں ملاحظہ فرمائیں۔

" لعنت باد بر شما دبرارادت شما اے بے وفایان جفا کار غدّار ما را در ہنگام اضطرار بآمد و یاری خود طلبید ید چوں اجابت شما کردیم و برائے ہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بروائے ما کشید ید و دشمنان خود را بر ما یاری کردید اے قوم بے سبب با قتل اہلبیت رسالت کمر بندید از مثل مگس بر سرے خوان جمع شدید مانند پروازگان بے باکانہ خود را بر آتش زدید قبیح باو روہائے شما اے گمراہاں اُمت ترک کنندگان کتاب و متفرقان احزاب پیروان شیطان و ترک کنندگان خیر الانام کشید ندگان اولاد پیغمبران و ہلاک کنندگان مومنان یاری کنندگان ظالمان وای بر شما [1]

ترجمہ: لعنت ہو تم پر اور تمہارے عقائد۔ اے بیوفا ظالمو جب مجھے پریشانی کے وقت تم نے بُلالیا۔ اور تم نے مجھ سے مدد طلب کی۔ جب مَیں نے تمہاری بات مان لی اور تمہاری ہدایت اور امداد کیلئے آ گیا تو تم نے کینے کی تلواریں ہمارے مُنہ پر چلادی اور تم نے ہمارے دشمنوں کی امداد شروع کر دی تم نے اہلبیت کے قتل پر کمر باندھ لی اور بد بختوں کے دستر خوان پر مکھیوں کیطرح جمع ہو گئے۔ بے باک پروانوں کی طرح اپنے وجُود کو تم نے آگ میں دھکیل دیا۔ خُدا تمہاری شکلیں بدل دے اے اُمّت کے گمراہو کتاب اللہ کو چھوڑنے والو شیطان کے پیروکار و رسُول مکرّم کو چھوڑنے والو پیغمبروں کی اولاد کو قتل کرنے والو۔ اہل بیت کی اولاد و عقیدت مندوں کو ہلاک کرنے والو بغیر باپ کے حرامیو! مومنوں کو تکلیفیں دینے والو ظالموں کی امداد کرنے والو خُدا تمہیں تباہ و برباد کرے۔ "

بلائے جاں ہے غالب انکی ہر بات :: عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

---

[1]: جلاءُ العیون صفحہ ۵۵۷ ::

روافض ــــ پیرانِ پیر کی نظر میں!

چونکہ ابن سبا یہودی تھا اور اس نے ایک سازش کے پیشِ نظر اسلام کا اعلان کیا تھا لہٰذا اُسکے تمام نظریات و افکار جو اس کے پیروکاروں وہمنواؤں کو مذہبی ورثہ میں ملے۔ تمام کے تمام یہودیانہ تھے۔ پیرانِ پیر محبوب سبحانی۔ غوثِ صمدانی۔ الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ البغدادی شیعہ کے عقائد و اعمال کا یہودیوں کے عقائد و اعمال سے یوں موازنہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فَقَدْ شُبِّهَتْ مذاهبُ الرَّوافضِ باليهوديةِ قال الشَّعْبِيُّ: مَحبَّةُ الرَّوافضِ مَحبَّةُ اليهودِ وقالتِ اليهودُ لا تَصْلُحُ الامامةُ اِلَّا لِرَجُلٍ مِّن

وُّلْدِ علی ابنِ ابی طالبٍ، وقالتِ اليهودُ لاجهادَ فی سبيلِ اللهِ يَخْرُجَ يَخرُجِ المسيحُ الدَّجّال وينزِلُ عيسیٰ بسَببٍ مِّنَ السَّمَآءِ وقالتِ الرَّوافضةُ لاجهادَ فی سبيلِ اللهِ حَتّٰی يَخرُجَ المهدیُّ ويُنادی مُنادٍ مِّنَ السَّمَآءِ، وَنُؤَخِّرُونَهَا، واليهودُ تزُلُ عنِ القبلةِ شيئًا وكذلكَ الرّافضةُ: واليهودُ تَنُودُ فی الصَّلٰوةِ وكذلكَ الرّافضةُ: واليهودُ تَسْدِلُ اثوابَها فی الصَّلٰوة وكذلكَ الرَّوافضُ: واليهودُ تَستَحِلُّ دَمَ كُلِّ مُسلمٍ وكذلكَ الرَّوافضُ: واليهودُ لا ترىٰ علَى النِّساءِ عدّةً وكذلكَ الرّوافضةُ: واليهودُ لاترىٰ فی الطّلاقِ الثّلٰثِ شيئًا وكذلكَ الرّافضةُ، واليهودُ حرّفتِ التَّوراةَ وكذلكَ الرّافضةُ حرّفوا القرانَ لِاَنَّهُمْ قالوا القُرْاٰنُ غُيِّرَ وَبُدِّلَ وَخُولِفَ بَيْنَ نظمِه وترتيبِه واُحِيلَ عمّا اُنْزِلَ عليه وقُرِئَ على وُجُوهٍ غيرِ ثابتةٍ عنِ الرَّسولِ واِنَّهٗ قَدْ نُقِصَ

منه وزِيدَ فيه واليهودُ يُبغضُونَ جبرَءِيلَ عليهِ السّلام ويقولُونَ هُوَ عَدُوُّنا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَكَذٰلكَ صِنفٌ مِّنَ الرَّوافض يقولُونَ غلطَ جبرءِيلُ عليه السّلام بالوحيِ إلىٰ محمّدٍ صلى الله عليه وسلّم وَإنّمَا بُعِثَ إلىٰ علي رضى الله عنه ۔ كَذَبُوا تَبًّا لَّهُمْ إلىٰ اٰخرِ الدَّهرِ الخ [۱]

ترجمہ: شیعوں کا مذہب یہودیوں کے مذہب سے مشابہت رکھتا ہے، شعبی نے فرمایا کہ فرقہ رافضیہ کی محبت یہودیوں کی محبت کی طرح ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ آلِ داؤد کے سوا کوئی انسان لائق امامت نہیں اور شیعہ اولادِ علیؓ کے سوا کسی کی امامت نہیں مانتے یہودی کہتے ہیں، جب تک کانے دجّال کا خروج نہ ہو اور کسی سبب (یعنی ذریعہ) سے جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہ اُتریں، تب تک جہاد جائز نہیں اور رافضی کہتے ہیں جب تک مہدیٔ آخر الزّمان تشریف نہ لائیں اور سروش غیبی گواہی نہ دے کہ یہ مہدیٔ آخر الزمان ہیں، تب تک راہِ خدا میں جہاد کرنا رَوا نہیں۔ یہودی مغرب کی نماز کو بتاخیر ادا کرتے ہیں۔ یہانتک کہ ستارے آپس میں گتھم وگتھا ہو جائیں۔ اسی طرح شیعہ نمازِ مغرب میں دیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ سے ترچھے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ شیعہ بھی اسی طرح کرتے ہیں یہودی نماز میں ادھر اُدھر ہلتے جلتے ہیں اور شیعہ بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں کپڑوں کو لٹکاتے ہیں اور شیعہ کا عمل بھی یہی ہے۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال جانتے ہیں شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہودی عورت کے حق میں عدّت کا انتظار نہیں کرتے، روافض کا دستور بھی یہی ہے۔ یہودی تین طلاقوں میں کچھ حرج نہیں سمجھتے، شیعوں کا اندازِ فکر بھی یہی ہے۔ یہود نے توریت میں تحریف کی ہے اور شیعوں نے قرآن مجید میں تغیر و تبدّل کیا۔ اسلئے کہ بقول اُنکے پہلے ہی سے قرآن مجید میں تغیر و تبدل راہ

---

[۱]: غنیۃ الطالبین صہ ۱۷۰ مطبوعہ نولکشور لاہور بحوالہ نام ونسب (سیّد نصیرالدین گولڑوی) صہ ۴۶۱ ؁

پا چکا ہے اور اس کی نظم و ترتیب کو اُلٹ دیا گیا ہے۔ اس کی تنزیلی ترتیب باقی نہیں رہی اور اب اس طرح پڑھا جاتا ہے۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم سے اُس طرح کا پڑھنا ثابت نہیں اور قرآن میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ یہودی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے اور کہتے کہ وہ فرشتوں میں ہمارا دشمن ہے۔ اسی طرح شیعوں کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ جبرائیل نے وحی لانے میں غلطی کی کہ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی حالانکہ وُہ وحی جناب علی کرم اللہ وجہہٗ کو پہنچانی تھی شیعہ جھوٹ بکتے ہیں۔ خداوندِ عالم تا قیامت انہیں غارت کرے (انتہیٰ)

دُنیائے ولائیت کے نجم تاباں، پیرانِ پیر حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ نے کس طرح انکے یہودانہ عقائد کا پردہ چاک کیا۔ آپ کے اِس تجزیہ پر غور کرنے کے بعد ہر ذی شعُور صحت مند دماغ سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اِن لوگوں کا دین خدا کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں ان کا مقصد فقط مُسلمانوں کی عظمت کا شیرازہ بکھیرنا ہے جو یہُود و نصاریٰ کی سوچی سمجھی سازش کا ثمر ہے۔

شیعہ جو حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے حسب و نسب پر شیطانی حملے کرتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی سیادت کے متعلق یاوہ گوئی سے کام لیتے ہیں اس کا حقیقی پس منظر آپکی یہ نقاب کشائی ہے۔ ورنہ حضور غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ عنہٗ صحیح النسل الحسنی والحسینی سیّد ہیں یقیناً اِن کا یہ بیہُودہ ولغو عمل چاند کیطرف منہ کر کے تھوکنے کے مترادف ہے۔ میں تو بارگاہ غوثیت میں یُوں ہی عرض کروں گا۔

کئی بھونکتے مر گئے تیرے ہی دشمن
بتاؤ یہاں دال کس کی گلی ہے!

❖

ماتم از روئے حدیث شریف

آیات قرآنیہ کی تفسیر معتبر خود رسول معظم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور آپ کے افعال و اقوال منبع رُشد و ہدایت ہیں۔ قرآن و حدیث فہم دین کے دو ماخذ ہیں، اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں میں پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن و حدیث کی تعلیمات میں مضمر ہے۔ حضور فخر موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی حیاتِ طیبّہ کا ہر لمحہ ہمارے لیے کامل نمونہ اور آپ کی زبانِ حق کا ہر لفظ قرآنِ کریم کی تفسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو زندگی کے تمام مراحل میں حضورؐ ہی کے اسوہ حسنہ اور آپؐ ہی کے ارشادات عالیہ سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہی منشاء الہیٰ ہے ارشاد ربانی ہے۔

اہمیت حدیث

مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔[۱]

ترجمہ:۔ جو حکم (محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اُس سے رُک جاؤ۔

اسی لیے تو صحابہ کرام نے حضور کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا۔ خلوت و جلوت، سفر و حضر اور نجی معاملات سے لے کر سیاسی معاملات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جس کو فدایانِ مصطفےٰ نے محفوظ نہ کیا ہو۔ وہ حضورؐ کی احادیث کا تذکرہ کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔

آئیے اب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں کہ شعائر اسلام نے ماتم و گریہ جزع فزع، بے صبری، گریبان چاک کرنا، چیخیں مارنا، برہنہ سر گلیوں میں خاک اڑانے کے متعلق کیا حکم دیا ہے۔ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ایک مومن کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں ہو سکتی۔

---

[۱] پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت نمبر ۷

۱۔ حدیث نمبر 1

مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَآئِيْ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَآئِيْ فَلْيَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ السَّمَآئِيْ وَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَآئِيْ تَحْتَ سَمَائِيْ ۔[۱]

ترجمہ :۔ جو شخص میرے فیصلہ اور تقدیر پر راضی نہیں اور میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرتا تو وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل کر کوئی اور (اپنا) رب میرے سوا تلاش کرے۔

مقامِ غور

اہلِ عقل و صاحبِ بصیرت لوگوں کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پہ غور کرنا چاہیے کہ شعائر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کی طرف سے کتنی شدید قسم کی وعید سنائی، اللہ رب العزت کے سامنے کون لب کشائی کی جراُت و طاقت رکھتا ہے۔ اس کی رضا کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔ اس کے احکام کے آگے کون صدائے احتجاج بلند کر سکتا ہے۔ اس فرمان ذی وقار میں بھی بے صبری ماتم جزع فزع جیسے گمراہ کن طریقہ سے منع کیا گیا ہے۔

۲۔ حدیث نمبر 2

(نوحہ خوانی کرنے والے مردوں عورتوں پہ لعنت)

لَعَنَ اللّٰهُ النَّآئِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ ۔[۲]

ترجمہ :۔ لعنت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نوحہ کرنے اور نوحہ سننے والی پر۔

۳۔ حدیث نمبر 3

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّآئِحَاتِ وَالْمُسْتَمِعَةَ ۔

ترجمہ :۔ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے اور سننے والوں پر۔

---

[۱] [۲]

[۳] ابو داؤد بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

۴ - حدیث نمبر ۴

ترمذی شریف میں علی بن ربیعہ اسدی سے روایت ہے کہ قرظہ بن کعب نامی ایک انصاری فوت ہوئے تو اُن پر نوحہ کیا گیا۔ پس حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے منبر پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا بیان کر کے فرمایا (میں بتاتا ہوں، نوحہ کی اسلام میں کیا حیثیت ہے۔

اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نِیْحَ عَلَیْہِ عُذِبَ مَانِیْحَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا جس پر نوحہ کیا گیا وہ نوحہ کے ختم ہونے تک عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

حدیث شریف نمبر ۵

اسی طرح ترمذی شریف میں حضرت ابوحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ لَنْ یَدَعُھُنَّ النَّاسُ النِّیَاحَۃُ وَالطَّعْنُ فِی الْاَحْسَابِ وَالْعُدْوٰی اَجْرَبَ بَعِیْرٌ فَاَجْرَبَ مِائَۃَ بَعِیْرٍ مَّنْ اَجْرَبَ الْبَعِیْرَ الْاَوَّلَ وَالْاَنْوَآءُ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا [۲]

ترجمہ:۔ چار چیزیں میری اُمت میں دور جاہلیت کی یادگار ہیں (بدبخت)، لوگ انہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

۱ - (مرنے والوں) پہ نوحہ کرنا۔

۲ - حسب ونسب میں طعن کرنا۔

۳ - چھوت چھات کہ ایک اونٹ کو خارش ہو تو سو اونٹوں کو ہوگئی لیکن پہلے اونٹ کو کس نے خارشی بنایا۔

۴ - اور تاروں کو بارش کا ذریعہ خیال کرنا کہ ہمیں فلاں تارے کے ذریعے بارش

---

[۱] ترمذی شریف ابواب الجنائز صفحہ ۱۵ جلد اول [۲] ترمذی شریف ابواب الجنائز صفحہ ۱۶ جلد اول

دی گئی۔

حدیث شریف نمبر ۶

نوحہ کرنے والی پر غضب الٰہی

اسی طرح کی ایک اور روایت مسلم شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ لَا یُتْرَکُوْنَھُنَّ فَذَکَرَ مِنْھَا النِّیَاحَۃَ وَ قَالَ النَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِھَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ عَلَیْھَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت جاہلیت کی رسموں میں سے چار رسمیں نہیں چھوڑے گی اور ان میں سے نوحہ کرنے کو بھی بیان کیا اور فرمایا کہ اگر نوحہ کرنے والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا پائجامہ گندھک کا کرتا خارش کا ہوگا۔

حدیث شریف نمبر ۷

جس نے رخسار پیٹے گریبان چاک کیے رسول اللہؐ کی اُمت سے نہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَدَعَا بِدَعْوَۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ۔

ترجمہ:۔ جس نے گریبان چاک کیا۔ رخسار پیٹے اور جاہلیت کی پکار پکاری (چیخیں ماریں) وہ ہم میں سے نہیں۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

یہ ہے حقیقت ماتم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے تناظر میں۔ کیا یہ

ا؎ ترمذی شریف ص۵۱۵ ابواب الجنائز جلد اوّل (بخاری و مسلم بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)۔

تمام احادیث جھوٹی ہے" العیاذ باللہ" کتنے کم عقل اور بیوقوف ہیں وہ لوگ جو مصطفےٰ اکرم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر مذہب کی بنیاد من گھڑت اور بے بنیاد روایات پر رکھتے ہیں۔

ان احادیث میں نوحہ خوانی، بے صبری، ماتم جزع فزع، سر پر مٹی ڈالنا، گریباں پھاڑنا اس قسم کی بیہودہ اور لغو رسومات کا کس طرح سدِ باب کیا گیا ہے۔

نوحہ کرنے والی عورتوں اور نوحہ کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی اور اس قبیح رسم کو دورِ جاہلیت کی یادگار قرار دیا اور ماتم و بے صبری کرنے والوں کو خارج از اُمت محمدیہ قرار دیا۔ یقیناً از روئے حدیث شریف ملعون ہیں ایسے لوگ جو دین میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔ اللہ کریم ایسے دشمنان دین سے مسلمانانِ عالم کو محفوظ رکھے۔ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
(آمین ثم آمین)

ماتم نوحہ

شیعہ کتب کے آئینے میں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حق و باطل ازل سے دست گریباں ہوتے چلے آئے۔ حق ہمیشہ غالب رہا اور باطل مغلوب۔ حق نے ہمیشہ فتح حاصل کی مگر باطل نے کبھی اپنی شکست کو تسلیم نہ کیا۔ رافضیوں کا پرانا وطیرہ ہے کہ اُمت مسلمہ کے مقابل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، آذان، وضو کے متعلق اُن کا نظریہ قرآن وحدیث وسنت نبوی سے ہمیشہ مختلف رہا اور اُن لوگوں کا یقین نہ قرآن وسنت پہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے راہِ حق کے متلاشیوں کے لیے کتب شیعہ سے ماتم کی تردید میں جو کچھ لکھا گیا ہے مختصراً پیش خدمت ہے۔

۱۔ چنانچہ مذہب شیعہ کی مشہور کتاب "نہج البلاغہ" جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات ہیں ملاحظہ ہو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے اور کفن پہنا رہے تھے۔

تو ارشاد فرمایا۔

وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزْعِ لَاَنْفَدْنَا

عَلَيْكَ مَاءُ الشُّؤُونِ ۔[۱]

ترجمہ:۔ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع فزع (ماتم رونا پیٹنا) سے منع نہ کیا ہوتا تو ضرور بالضرور ہم آپ کی وفات پر آنکھوں اور سر کا پانی ختم کر دیتے ۔

حوالہ ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدہ زہرا کو وصیّت

دیکھیں مذہب شیعہ کی مشہور کتاب فروع کافی

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِی عَلَیَّ وَجْهًا وَلَا تَرْخِی عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِی بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيْمِی عَلَیَّ نَائِحَةً ۔[۲]

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا، جب میرا وصال ہو جائے اپنے چہرے کو زخمی نہ کرنا اور بالوں کو پراگندہ نہ کرنا اور ہائے وائے کر کے نہ رونا اور مجھ پر نوحے کرنے والی نہ لانا ۔

حوالہ ۳

مذمّت ماتم وسیاہ لباس از امام جعفر صادق علیہ السّلام

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ قَالَ الْمَعْرُوْف اَنْ لَا يَشْقُقْنَ جَيْبًا وَلَا يَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا وَلَا يَتَخَلَّفْنَ عِنْدَ قَبْرٍ وَلَا يُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا يَنْشُرْنَ شَعْرًا ۔[۳]

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ

---

[۱] نہج البلاغہ ص ۶۴۰ جلد دوم (مترجم)۔ [۲] فروع کافی ص ۲۳۸ جلد دوئم

[۳] تفسیر صافی ص ۵۱۷ ، فروع کافی ص ۲۲۸ جلد دوم ۔

کی تفسیر میں فرمایا معروف (کا مطلب یہ) ہے کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں اور چہرہ پر تھپڑ نہ ماریں (جزع فزع ماتم)، اور ہائے وائے نہ کریں اور قبر پر نہ جائیں۔ اور کپڑے کالے نہ کریں اور بالوں کو پراگندہ نہ کریں۔

اپنے آپ کو اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا محب گردا ننے والوں اور اپنے من گھڑت طریقوں کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے والوں کو اپنی ان کتابوں کا تعصب وعناد کی عینک اتار کر مطالعہ کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا اور حضرت امام جعفر صادق جیسے جلیل القدر ہستیوں کے ساتھ کس قسم کی وفاداری کا ثبوت دیا جارہا ہے۔

سیاہ لباس کا محرم الحرام شریف میں بڑے اہتمام سے استعمال کیا جانا امام برحق کے فرمان عالیشان کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہے۔

حوالہ ۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ لباس نوحہ ماتم سے منع فرمایا

مذہب شیعہ کا مستند اور مشہور (ترجمہ القرآن "مقبول ترجمہ" ہے۔ اس میں وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ کے حاشیہ ۱ میں ہے کہ ام حکیم بنت حارث بن عبد المطلب جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہمیں وہ نیکی بتائیں جس کا قرآن میں خدا حکم فرماتا ہے تاکہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے کہ

"تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو، اپنے منہ نہ نوچو، اپنے بال نہ کھسوٹو، اپنے گریبان چاک نہ کرو اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کرکے نہ روو۔"[1]

حوالہ ۵

چنانچہ مذہب شیعہ کی مشہور زمانہ کتاب "حیات القلوب" میں ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں

---

[1] مقبول ترجمہ ص ۱۰۹۹ حاشیہ ۱ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا۔

"حضرت فرمود، در مصیبت ہا طمانچہ بر روئے خود مزنید پند و روئے خود را مخراشید وموئے خود را مکنید و گریبان خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و وا ویلا مگوئید" [1]

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ مصیبتوں میں اپنے منہ پر تھپڑ نہ مارنا اور اپنے چہرے کو نہ چھیلنا اور اپنے بالوں کو نہ نوچنا اور اپنے گریبان نہ پھاڑنا اور اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرنا اور واویلا اور شور نہ کرنا۔

حوالہ ۶

یہی روایت اسی طرح شیعہ مذہب کی مشہور ترین تفسیر "تفسیر القمی" میں اسی آیت وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ کی تفسیر میں ہے کہ ام حکیم بنت حارث بن عبد المطلب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوفُ الَّذِي أَمَرَنَا اللهُ بِهِ أَنْ لَا نَعْصِيكَ فِيهِ؟ فَقَالَ: أَنْ لَا تَخْمِشْنَ وَجْهًا وَلَا تَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًا وَلَا تُمَزِّقْنَ جَيْبًا وَلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ وَلَا تُقِمْنَ عِنْدَ قَبْرٍ۔

ترجمہ:۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتائیں معروف سے مراد کونسی نیکی ہے جس کا ہمیں اللہ نے حکم فرمایا تاکہ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ فرمایا تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو اور آپ اپنے منہ نہ نوچو، اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کی جاہلانہ آوازیں پکار کر نہ روو۔ (بین نہ کرو) اور قبروں پہ نہ جاؤ۔

---

[1] حیات القلوب ص ۶۴۷ جلد دوم

[2] تفسیر القمی جلد ۲ سورۃ الممتحنہ آیت ۱۲ ص ۳۶۴ مطبوعہ نجف

حوالہ ۷

مذمت ماتم بزبان تاجدارِ ھل اتیٰ رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشعت بن قیس کو اس کے بیٹے کی وفات پر وصیت فرمائی۔

يَا اَشْعَثُ اِنْ صَبَرْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاجُوْرٌ وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ۔ [1]

ترجمہ:۔ اے اشعت اگر تو مصیبت میں صبر کرے گا تو تقدیر تجھ پر اس حال میں جاری ہوگی کہ تجھے اجر و ثواب ملے گا اور اگر تو نے جزع فزع (رو یا پیٹا) کی تو تقدیر تجھ پر اس حال میں جاری ہوگی کہ تو گناہگار ہوگا۔

حوالہ ۸

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ لَّمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَكَهُ الْجَزَعُ۔ [2]

ترجمہ:۔ جسے صبر نجات نہ دلائے اس کو رونا پیٹنا ہلاک کرے۔

حوالہ ۹

ماتم کرنے والے کے عمل برباد

اسی کتاب میں ایک مقام پر حضرت علی کا فرمان موجود ہے کہ

وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِيْبَتِهٖ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ [3]

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اپنی کسی مصیبت میں اپنے بدن یا ران پر

---

[1] نہج البلاغہ مترجم ص ۹۰۵ جلد دوئم

[2] نہج البلاغہ مترجم ص ۸۵۳ جلد دوئم

[3] نہج البلاغہ مترجم ص ۸۵۳ جلد دوئم

(صرف) ہاتھ مارے گا اس کے عمل برباد ہو جائیں گے۔

حوالہ ۱۰

فرمان مولا علی رضی اللہ عنہ "سیاہ لباس فرعون کا لباس"

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْمَا عَلَّمَ بِہٖ لِاَصْحَابِہٖ لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَاِنَّہٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ [۱]

ترجمہ:- یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو جو تعلیم دی تھی اس میں فرمایا کہ "سیاہ کپڑے مت پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

حوالہ ۱۱

اسی کتاب تحفۃ العوام کے مصنف سید احمد علی لکھتے ہیں۔

" اور احادیث بسیار میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی وقتِ مصیبت اپنی ران پر ہاتھ مارے تو اس کے کل اعمالِ نیک حبط یعنی باطل ہو جائیں گے۔ پس لازم ہے کہ شور و فریاد اور نالہ و بے قراری نہ کرے۔" [۲]

حوالہ ۱۲

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم سے منع فرمانا

شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوش مصطفٰے نور دیدہ مرتضٰی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ طیبہ طاہرہ زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔

"اے خواہر من! ترا قسم می دہم و باید کہ بہ قسم من عمل کنی وقتیکہ من کشتہ شوم گریبان در مرگ من چاک مکن و چہرہ خویش را بہ ناخن مخراش و از برائے شہادت من بہ ویل و شور فریاد نہ کنی۔" [۳]

---

[۱] تحفۃ العوام صـ۲۳۱ مصنف سید احمد علی [۲] تحفۃ العوام صـ۲۳۲ مصنف سید احمد علی
[۳] منتہی الآمال صـ۲۴۱ جلد اوّل۔

ترجمہ :- اے میری بہن! تجھے قسم دیتا ہوں اور میری اس قسم پر ضرور عمل کرنا جب میں شہید ہو جاؤں میری شہادت پر گریبان نہ پھاڑنا اور اپنے چہرہ کو ناخن سے زخمی نہ کرنا اور میری شہادت پر ہائے وائے کر کے نہ رونا۔

حوالہ ۱۳

سیدنا امام زین العابدین کا ماتم سے منع فرمانا

شیعہ کی اسی کتاب منتہی الآمال میں ہے کہ اسیرِ کربلا سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔

"مے دانی کہ بعد از مصیبت جزع کردن سودے نمی کند و بگریہ و نالہ آں کہ از دنیا رفتہ باز نخواہد گشت۔"[1]

ترجمہ :- (پھوپھی جان) آپ جانتی ہیں کہ مصیبت کے بعد جزع فزع (رونا پیٹنا) کرنا کوئی فائدہ نہیں کرتا اور رونے چلانے سے جو کہ دنیا سے گزر گیا ہے واپس نہیں آسکتا۔

یہ ہے آئمہ اطہار کا مسلک ماتم سے متعلق حیرانی تو اس بات پہ ہوتی ہے کہ جب یہ لوگ اپنے آپ کو ائمہ کرام کا علمبردار کہتے ہیں اور کام وہ کرتے ہیں جن کا اُن کی سیرت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اشد ضروری ہے کہ ائمہ کرام کے ان فرمودات مقدسہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں یہ لوگ حق و صداقت کے رستے کو چھوڑ کر ضلالت و جہالت کی کن تاریکیوں میں اپنے ایمان کا ستیاناس کر رہے ہیں۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پاک سے عقیدت ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیاہ لباس فرعون کے حواریوں کا لباس ہے۔ یہ تاجدار ولایت کے مریدوں اور نام لیواؤں جانثاروں کا طریقہ ہرگز نہیں۔

ماتم تعزیہ داری تاریخ کے تناظر میں

ملتِ اسلامیہ کی عظمت رفتہ و طاقت جاہ و حشمت کو مٹانے کے لیے اگرچہ منافقت و

---

[1] منتہی الآمال جلد اول ص ۴۱۲

بغاوت کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ہر دور میں جدید طرزِ عمل اختیار کر کے دشمنانِ اسلام نے مقدس نظام پہ بڑے مذموم حملے کیے اور دینِ متین کی راہ میں روڑے اٹکائے لیکن خیال رہے کہ ماتم جیسی فرسودہ اسلامی تہذیب و تمدن و اخلاق سے کوسوں دور رسم اتنی زیادہ پرانی تاریخ کی حامل نہیں اگرچہ زمانہ جاہلیت یعنی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس سے قبل سے لے کر اب تک کفار و ہنود نے اسے ترک نہیں کیا لیکن مسلمانوں کی صفوں میں اس کی ابتدا ماضی قریب میں ہی ہوئی جو یہود و نصاریٰ، سبائیت و مجوسیت کی سازش تھی۔ آئیے تاریخی تناظر میں جھانکتے ہیں۔

چنانچہ تصویر کربلا جس کے مصنف سید آلِ محمد شیعہ مذہب کے ہمنواؤں میں سے ایک ہیں لکھتے ہیں۔

"خدا نے اپنے نور کے اتمام کو بذریعہ دو بادشاہ بزرگ کے دو مملکت وسیع میں حاکم کر کے بکفر اغبالی دکھایا اور اس کی عزت دکھائی اُن کے سبب سے باقامت مراسم شیعہ کامیاب ہوئے۔"

"پہلے بادشاہ معزالدولہ ابوالحسین احمد بن ابی شجاع بویہیہ بادشاہ ایران تھے۔ شیخ عمر بن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۳۵۲ھ میں معزالدولہ نے نوحہ کرنے، طمانچے مارنے اور عورتوں کے بال بکھیرنے کا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت میں حکم دیا اور اہل سنت بہ سبب شیعہ بادشاہ کے اس کے منع کرنے سے عاجز رہے۔"

"پھر صاحب مقام فرماتے ہیں کہ ۳۵۲ھ کا حال ایک کتاب میں میری نظر سے گزرا ہے کہ معزالدولہ نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ اپنے منہ پر خراش کر کے بال بکھیر کر منہ نوچتیں اور پیٹتے ہوئے کوچہ و بازار میں گریہ کریں۔"

دوسرے بادشاہ معزالدین اللہ ابو علیم محمد بن منصور بن قائم بن مہدی عبداللہ فاطمی ۳۴۱ھ میں تخت سلطنت مصر اور اور مغرب پر زینت بخش ہوئے اور اسماعیلیوں کی خلافت انکو ملی۔ تقی الدین مقریزی نے کتاب الخطط والاثار میں لکھا ہے کہ ۳۶۳ھ میں معزالدین نے شیعوں کی طرف مشہد کلثوم اور نفیسہ بھیجا اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ و بکا کرتے تھے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رسم دولت اسماعیلیہ میں تا حکومت آل ایوب جاری رہی۔[1]

---

[1] تصویر کربلا ص ۸۶ مطبع یوسفی دہلی بحوالہ حقیقت مذہب شیعہ۔

مندرجہ بالا پیراگراف سے یہانتک تو کچھ معلوم ہو ہی گیا کہ ماتم کی اصل ابتدا کب اور کیسے ہوئی، چوتھی صدی ہجری کے وسط میں اس کا آغاز ہوا آپ خود ہی اپنے عقل و خرد سے سوچ سکتے ہیں کہ چار صدیاں گزر گئیں اس چیز کا اہتمام کسی نے نہ کیا۔ ایران میں سیاسی تسلط کے پیش نظر اسکی ابتدا رو و بادشاہوں کی ایجاد تھی جس کو آج عبادت کا نام دیا جانے لگا۔ ابتدا میں اس کا مرکز و محور ایران ہی تھا۔

برصغیر میں ماتم و تعزیہ کی ابتداء آخر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ اس کی ابتدا ایران کے بعد برصغیر میں کب ہوئی۔

اسی کتاب کے حوالے سے تاریخ "مجاہد اعظم" کے شیعہ مؤلف کے الفاظ درج ہیں۔

"تعزیے جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں اور نہیں ہوتے یہاں تک کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے وہاں بھی اس کا رواج نہیں۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ہر جگہ تعزیے بنائے جاتے ہیں اور یہ شیعوں پر ہی منحصر نہیں ہندو بھی اِس رسم میں شریک ہوتے ہیں۔ آخر اس کی ابتدا کب ہوئی، کس نے اور کیوں کی؟ افسوس کہ اس کے جواب میں تاریخ خاموش ہے" [۱]

گنبد دار تعزیہ لکھنؤ (بھارت) میں بنایا گیا اسی سلسلے میں آگے اسی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے "گنبد دار تعزیہ کا رواج غالباً لکھنؤ سے ہوا۔ بعض سن رسیدہ لوگوں سے سُنا گیا ہے کہ آغاز زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر میں اوّل ایک سبزی فروش نے بانس اور کاغذ کا تعزیہ بنایا۔ وہ سبزی فروش مر گیا تو وہاں میر باقر نے ایک امام باڑہ بنوایا۔ اس کے بعد تعزیوں کا رواج ہوا۔ شدہ شدہ تمام ہندوستان میں اس کا رواج ہو گیا۔" [۲]

ابتداء کرنے والے مشہور تعزیہ گر "تاریخ خطہ پاک بلگرام" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ یہاں کے مشہور تعزیوں میں نبیوں کا تعزیہ، کنجڑوں تعزیہ، کرم میاں کا تعزیہ، رسول بخش حیدری، نیچہ بند قصابوں، گاڑی قصابوں، خیاطوں، معماروں

---

[۱] مجاہد اعظم ص ۲۲۲

[۲] حقیقت مذہب شیعہ بحوالہ مجاہد اعظم ص ۲۲۶

جوگیوں، نور بانوں، گاذروں کے تعزیے امام باڑہ میں آ کر شریک گشت ہوتے۔ ان کے علاوہ الیشری شاہ، بقال، ہیرالال بھرجی، سوہن بقال گوگل، تنبولی لچھمن بقال، سوہن نجار بھی تعزیے بنائے۔

غرضیکہ تمام شہروں اور قصبات کے نچلے طبقے کے لوگ، پیشہ ور نائی، تیلی، تنبولی، دُھنیے جُلاہے، دھوبی، سقے، کنجڑے جو اکثر شیعہ جاگیرداروں کی رعایا ہوتے تھے۔ اجاگیرداروں کو خوش کرنے کے لیے تعزیے بنائے۔[1]

گشت تعزیہ کی ابتداء

تعزیے تو معزالدولہ نے بھی بنوائے مگر گشت نہ کرائے۔ حالانکہ ماتم حسین رضی اللہ عنہ منانے کی ابتداء واقعہ کربلا سے تین سو سال بعد اسی کے زمانہ امیر الامرائی میں بغداد میں ہوئی۔

فیصلہ عوام کی عدالت میں

ہوش و خرد رکھنے والے ہر فرد پر یہ بات عیاں ہو چکی ہوگی کہ رافیضو کی افضل ترین عبادت تعزیہ، علم، ذوالجناح جنکو شعائر اسلام کا نام دیا جاتا ہے تین سو سال مصطفےٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دین کو مکمل ہوئے ہو گئے بعد میں رونما ہوئے۔ ایک ذی فہم آدمی اس جھوٹے افسانے کو کبھی قبول نہ کرے گا۔ آپ اندازہ کریں کیا امام عالی مقام سید الشہداء حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت امیر حمزہ (عم رسول) رضی اللہ عنہ کو کس طرح سفاکانہ طریقہ سے شہید کیا گیا۔ اگر تعزیہ ماتم۔ نوحہ کی اصل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم فرماتے۔ کیا صحابہ اکرام کو اس درد کا اندازہ نہ تھا اور اس بے چینی کا علم نہ تھا جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر گزر رہی تھی۔ پھر مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ آپ کی شہادت مسلمانوں کے لیے المیہ نہ تھا؟ اولادِ علی کے لیے اس سے بڑھ کر سیاہ دن کب گزرا۔ مگر حضرات حسنین کریمین نے زندگی میں کبھی ایسی رسموں کی ابتداء نہ کی نہ حکم فرمایا۔

اور ان تمام حادثات سے بڑھ کر خود پیغمبر اکرم نبی رحمت، ہادی دو عالم، شفیع المذنبیں آقا رحمت للعالمین کونین کے والی، غریبوں کے غمگسار، بے چین دلوں کے قرار، رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دردناک المیہ فدایان رسول کے دلوں میں حسرتوں کے شگاف ڈالنے والا کڑا دن تھا۔ کون حضرت عمر جیسے جری جوان کی حالت زار سے باخبر نہیں۔ کون ذی نظر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آہوں اور سسکیوں سے باخبر نہیں۔ وصال پیغمبر علیہ السلام پر یاری

---

[1] حقیقت مذہب شیعہ بحوالہ تاریخ خطہ پاک بلگرام۔

دنیا کے درد، دکھ، مصیبت، غم، صدمے، پریشانیاں، لالہ زاریاں ایک طرف، سلطنتِ اسلام کی مقدس شہزادی، چادر تطہیر کی مالکہ، سیدۃ النساء العلمین کی نبی رحمت کی فرقت وجُدائی میں گزرنے والے ہر دن کی ایک ایک ساعت ایک طرف جن کی ایک سسکی سے زمین و آسمان کے ملائکہ تڑپ اُٹھے، جن کی آنکھوں سے کبھی آنسو خشک نہ ہوئے اور فرماتی تھیں۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

کہ مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر ان مصیبتوں کو دِنوں پر ڈالا جائے تو وہ بھی راتیں ہو جائیں کیا سیدہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ ان کو حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے کیا یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی کہ امام حسین کی شہادت سے قبل آپ کی خبر شہادت مشہور ہو چکی تھی، پیغمبر اسلام نے اگر شہادت کی خبر دیدی تھی۔ ساتھ ماتم حسین کی خبر بھی مخصوص کر دیتے۔

چیلنج

ہمارا کھلا مجوسیت کے پیروکاروں کے لیے چیلنج ہے کہ اپنی ہی کسی معتبر کتب سے حدیث پیغمبر ثابت کر دیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کے ساتھ ماتم حسین علیہ السلام کا بھی حکم دیا ہو (فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا) قرآنی آیات، حدیث رسول، اقوال ائمہ کرام، تاریخی تناظر سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اصل میں اس مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ جو حکم قرآن و حدیث میں ہو اُسے بگاڑ کر اُمت کو گمراہ کیا جائے جو اقوال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، سیدنا زین العابدین کے اُمت محمدیہ کے لیے سرمایہ زیست ہیں۔ محبت کی آڑ میں اُنکی دھجیاں اڑائی جائیں۔ اُمت مسلمہ کو اُن کی عبادت، زہد و تقویٰ، تواضع انکساری، جرأت بہادری شجاعت جواں مردی، بلند ہمتی، ثبات قدمی، دین متین پر استقامت، راستبازی کے متعلق ان کی زندگی کے سنہری، حسین باب کے چہرے مسخ کر کے رکھ دیے جائیں۔ تا آنکہ ان کی سیرت کو اپنانا مسلمانوں کے لیے محال ہو جائے اور یہ قعر مذلت کے گڑھے میں اس طرح گر جائیں کہ پھر ؎ "تمہاری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں" ان پر ثابت ہو جائے۔

بعض سادہ لوح مسلمان یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید انہیں اہلبیت کے ساتھ دلی لگاؤ ہے یہ ان ظالم لوگوں کے نفاق اور کفر کی منہ بولتی تصویر ہے جو خدا بزرگ و برتر کے احکام کو ٹھکراتے

ہیں ایسے بدبخت لوگوں کا اہل بیت عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہیں ان لوگوں کے عقیدے کا معیار ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے نانے مصطفےٰ کے ایک فرمان لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ یہ اپنا گھر لٹا دیا سر کٹا دیا۔ شجر اسلام کی آبیاری، اپنے خون سے کربلا کے رہگزاروں میں نیزے کی نوک پر کوفہ کے بازاروں میں کی اور دنیا کو یہ ثابت کر دیا کہ میرے نزدیک اسلام کی قدر و قیمت اسقدر ہے اور اس کی عزت مجھے اتنی عزیز ہے کہ اس کی خاطر اپنا وطن بھی چھوڑ سکتا ہوں۔ بچوں کو پانی کے لیے بلکتے بھی دیکھ سکتا ہوں۔ کربلا میں اپنی بچیوں کا قیدی ہونا بھی برداشت کر سکتا ہوں، اصغر جیسے معصوم اور اکبر جیسے جوان عباس جیسے وفادار بھائی، قاسم جیسے معصوم سیرت بھتیجے کو خون و خاک میں تڑپتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھ سکتا ہوں مگر قرآن و سنت کی پامالی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہی حسینؓ کی فکر تھی یہی ان کی منشا تھی۔ مگر حسینیت کے جھوٹے دعوے داروں نے اس پاک و مقدس طیب و طاہر کتاب سیرت کو بکھیر کے رکھ دیا۔ اس کا نقشہ اس طرح بدل ڈالا کہ ایک مسلمان کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ حضرت علی، امام حسین، سیدنا زین العابدین کی روح یقیناً مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھ کر کہتی تو ضرور ہو گی۔

؎ وضع میں ہیں نصاریٰ تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود (اقبالؒ)

[illegible]